عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۸ | ۱۰ تا ۱۷ / ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ مطابق ۸ تا ۱۵ / اپریل ۲۰۰۹ء | شمارہ: ۱۴

اصلاحِ قلب

کامیابی کی ضمانت

ختمِ نبوّت کانفرنس

بادشاہی مسجد لاہور

اہمیت و ضرورت اور اہداف و مقاصد

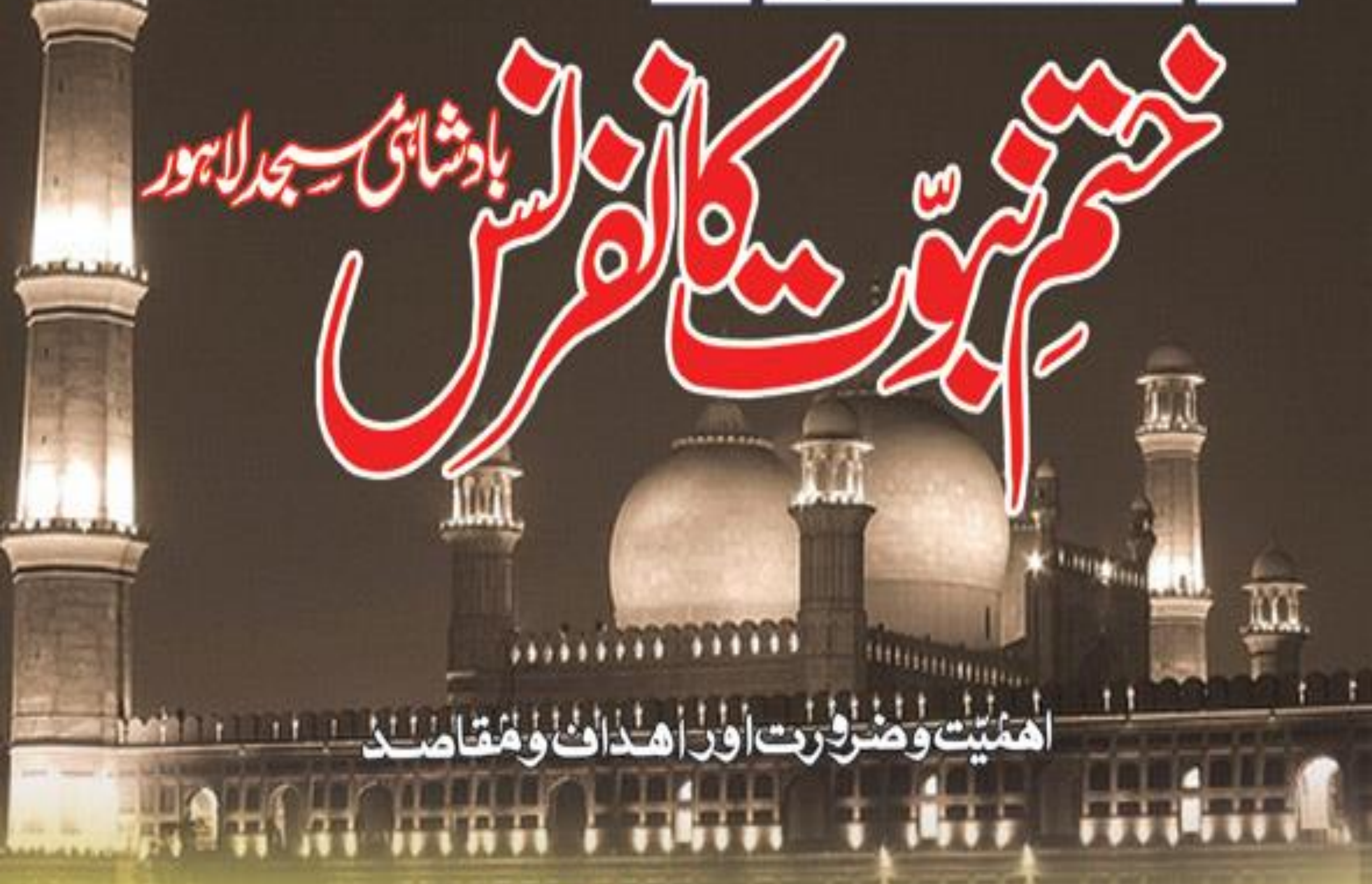

شاعرِ مشرق اور تحفظِ ختمِ نبوّت

گمراہ کُن اور مُلحدانہ نظریات کا تجزیہ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

ولی اور ایجاب وقبول کے ضروری مسائل

مولانا سعید احمد جلال پوری

صغیر حسن خان، کراچی

س:…… ولی نابالغ افراد کا ہوتا ہے یا بالغ افراد کا بھی؟

ج:…… ولی بالغ اور نابالغ دونوں کا ہوتا ہے۔

س:…… ولی لڑکا، لڑکی دونوں کا ہوتا ہے یا صرف لڑکی کا؟

ج:…… چونکہ لڑکی اپنے معاملات عام طور پر خود انجام نہیں دے سکتی، اس لئے اس کے معاملات ولی کے سپرد کئے گئے ہیں۔

س:…… بالغ ہوجانے کے بعد بھی ولی ان کے قول، فعل، کردار وعمل کا ذمہ ہوتا ہے؟

ج:…… جی ہاں! پھر بھی ذمہ داری رہتی ہے۔

س:…… بالغ افراد کے گناہ وثواب ولی کے حساب میں لکھے جاتے ہیں؟

ج:…… جی ہاں! نیکی پر لگانے والے ولی کو اپنے ماتحتوں کی نیکیوں کا ثواب اور گناہوں پر لگانے والے کا بوجھ اٹھانا ہوگا۔

س:…… اللہ تعالیٰ کو زبانی ماننا ضروری ہوتا ہے یا دل سے ماننا بھی ضروری ہوتا ہے؟

ج:…… دل وجان سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا ضروری ہے۔

س:…… کیا لڑکی کے لئے زبانی نکاح کا ہاں کرنا ضروری ہوتا ہے یا دل سے ہاں کرنا

کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ضروری ہوتا ہے؟

ج:…… زبان سے اقرار یا اگر وہ کنواری ہے تو خاموش رہنا یا رونا بھی اقرار کے زمرے میں آئے گا۔

س:…… کیا ایجاب وقبول لڑکا، لڑکی کا ہوتا ہے یا والدین کا بھی ایجاب وقبول ہونا ضروری ہوتا ہے؟

ج:…… لڑکے، لڑکی کا ایجاب وقبول ہوگا یا پھر ان کے والدین ان کی نیابت میں کردیں تب بھی نکاح ہوجائے گا۔

س:…… کیا لڑکی یا لڑکے سے بندوق کی نوک، پگڑی یا مونچھ، عزت کی خاطر بذریعہ جبر و اکراہ ایجاب وقبول کرانے سے نکاح ہوجاتا ہے یا اس نکاح کو لڑکا اور لڑکی کا دل سے ایجاب وقبول کرنا ضروری ہوتا ہے؟

ج:…… بندوق کی نوک یا جبر واکراہ سے کرایا گیا ایجاب وقبول معتبر نہیں اور ایسے ایجاب و قبول والا نکاح، نکاح نہیں ہوگا۔

س:…… کیا ایجاب وقبول کے وقت لڑکا اور لڑکی کے علاوہ باقی تمام افراد کی موجودگی صرف گواہان کی نہیں ہوتی؟

ج:…… جی ہاں! ان کی موجودگی صرف گواہان کی حیثیت سے ہوتی ہے۔

س:…… نکاح کی رسم میں لڑکا، لڑکی کے ایجاب وقبول کے وقت صرف گواہان کی موجودگی کے علاوہ کوئی اور چیز مانع ہوسکتی ہے بمعہ والدین کی موجودگی یا ان کی رضامندی وغیرہ؟

ج:…… جی ہاں! والدین کو یہ حق دیا گیا ہے کہ جس رشتہ سے ان کی دینی یا معاشرتی وجاہت متاثر ہوتی ہو اس کو فسخ کرسکتے ہیں۔

س:…… کیا لڑکی کا عاقل بالغ ہونا، دل سے ایجاب وقبول کرنا، گواہوں کا موجود ہونا کافی نہیں ہے؟

ج:…… مگر والدین کا بھی لڑکی پر کوئی حق ہے یا نہیں؟

س:…… کیا آپ نے نکاح پسند نہ آنے یا ہم پلہ نہ ہونے کے سبب فسخ کرنے کا حق صرف لڑکی کے والدین کو دیا ہے یا لڑکے کے والدین کو بھی؟

ج:…… یہ معاملہ صرف لڑکی کے ساتھ معلق ہے کیونکہ لڑکی کسی کے بستر پر جاتی ہے اور اس سے والد کی وجاہت متاثر ہوتی ہے، جبکہ لڑکے سے یہ نہیں ہوتا۔

س:…… جب نکاح لڑکی کے والدین کی پسند اور ناپسند پر موقوف ہے تو لڑکے اور لڑکی سے ایجاب وقبول کرانے کی رسم کیوں ضروری ہے؟

ج:…… نکاح تو لڑکی اور لڑکے کے ایجاب وقبول سے ہی ہوگا، مگر والدین کی عزت ووجاہت کا بھی شریعت نے خیال رکھا ہے۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سعید احمد جلالپوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۲۸ ۱۰تا۱۷/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ مطابق ۸تا۱۵/اپریل ۲۰۰۹ء شمارہ:۱۴

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش
محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

ختم نبوت کانفرنس بادشاہی مسجد لاہور	۵	مولانا سعید احمد جلال پوری
شاعر مشرق اور تحفظ ختم نبوت	۸	ترتیب: سعید الرحمن درخواستی
گمراہ کن اور ملحدانہ نظریات کا تجزیہ	۱۳	مولانا سعید احمد جلال پوری
قاری محمد حنیف ہوشیار پوری	۱۷	" " " "
اصلاح قلب... کامیابی کی ضمانت	۲۰	سید کمال اللہ بختیاری
مولانا حسین احمد حقانیؒ	۲۳	مفتی فیض الحق
جھوٹے مدعیان نبوت	۲۴	مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی
خبروں پر ایک نظر	۲۵	ادارہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زرِ تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا:۹۵ڈالر، یورپ، افریقہ:۷۵ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک:۶۵ڈالر

زرِ تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰روپے، ششماہی:۲۲۵روپے، سالانہ:۴۵۰روپے
چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون:۲۷۸۰۳۳۷ فیکس:۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون:۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس:۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road Multan
Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:
35.Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث گزشتہ سے پیوستہ

دنیا سے بے رغبتی کا بیان

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

"مطرف بن عبداللہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ: وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ" کی تلاوت فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا: ابنِ آدم کہتا ہے: "میرا مال! میرا مال!" اور نہیں ہے تیرے لئے مگر وہ جو تو نے صدقہ کرکے اسے آگے بھیج دیا، یا کھا کر اسے ختم کردیا، یا پہن کر اسے بوسیدہ کردیا۔" (ترمذی ج:۲ ص:۵۷)

مطلب یہ کہ آدمی کا دُنیا کے مال و دولت اور ساز و سامان کو اپنی طرف منسوب کرنا یہ اس کی خالص خوش فہمی ہے، ورنہ ان تمام چیزوں میں سے جنھیں وہ بڑے طمطراق سے "میرا مال! میرا مال!" کہتا ہے اس کے کام کی صرف تین چیزیں ہیں، ایک وہ صدقہ جو خدا تعالیٰ کے خزانے میں جمع کردیا، دُوسرے وہ کھانا جو کھا کر ختم کردیا، تیسرے وہ کپڑا جسے پہن کر استعمال کرلیا، ان کے علاوہ باقی سب چیزیں یہ چھوڑ کر چلا جائے گا، جو دُوسروں کے حصے میں آئیں گی، ایسی "بے وفا" کو اپنا کہہ کر اس پر اترانا اور خوش ہونا کمالِ حماقت ہے۔ ہاں! عطیۂ الٰہی سمجھ کر خوش ہو اور اس پر شکر بجالائے۔

اس حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے مراقبے کی تعلیم فرمائی ہے جو حُبِّ مال کی بیماری کے لئے تریاق ہے، یعنی یہ سوچنا کہ میرے پاس جتنا مال ہے یہ میری زندگی ہی میں کارآمد ہے، مرنے کے بعد یہ دُوسروں کی تحویل میں ہوگا، اور اس کے کمانے اور جمع کرنے کا حساب و کتاب مجھے دینا ہوگا، اور چونکہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، خدا جانے وقتِ مقدر کب آجائے؟ تو مال کا بھی کوئی بھروسہ نہ ہوا، تو ایسی بے وفا اور ناپائیدار چیز سے دل لگانا، اس پر اپنی زندگی کھپانا، اور اس کی خاطر اتنی مشقتیں جھیلنا یہ میری کم عقلی ہے، جس شخص کے دل میں مال کی محبت کا روگ ہو، اگر وہ پانچ سات منٹ روزانہ یہی مراقبہ کرلیا کرے تو ان شاء اللہ اس مرض سے نجات مل جائے گی، واللہ الموفق!

"حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے آدم کے بیٹے! اگر تو زائد مال کو خرچ کرڈالے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے، اور اگر تو اسے روک رکھے تو یہ تیرے لئے بُرا ہے، اور بقدرِ کفایت کے (روکنے) پر تجھے ملامت نہیں کی جائے گی، اور (خرچ کرنے میں) ان لوگوں سے ابتدا کر جن کا نان و نفقہ تیرے ذمے ہے، اور اُوپر والا ہاتھ بہتر ہے نیچے والے ہاتھ سے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۵۷)

اس ارشادِ پاک میں چار مضمون ارشاد فرمائے گئے ہیں، ایک یہ کہ آدمی کو مال جمع کرنے کی حرص نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ مال کا خرچ کرنا اس کے لئے بہتر ہے اور اسے جمع کرکے رکھنا اس کے حق میں بُرا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے مال کو آدمی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، پس مال کو اگر جائز دُنیوی ضروریات میں خرچ کرے گا تو دُنیا کی ضروریات پوری ہوں گی، اور یہ دُنیوی خیر ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا تو اس کے لئے ذخیرۂ آخرت بنے گا، یہ مال کی اُخروی خیر ہے، اور اگر جمع کرکے رکھ چھوڑا، نہ اسے دُنیوی ضرورت کے موقعوں پر خرچ کیا، اور نہ دینی کاموں میں لگایا تو اس کے مرنے کے بعد مال تو دُوسرے کے کام آئے گا اور اس کے کمانے اور جمع کرنے کا حساب اس کو دینا ہوگا، اس لئے مال جمع کرکے چھوڑ جانا اس کے حق میں سراسر وبال ثابت ہوا۔

البتہ مال کے خرچ کرنے میں دو باتیں ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہئیں، ایک یہ کہ مال کو خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں میں خرچ نہ کرے، ورنہ مال کا خرچ کرنا بھی وبالِ جان ہوگا، دُوسرے یہ کہ فضول خرچی سے احتراز کیا جائے، کیونکہ مال بھی حق تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس نعمت کو فضول کاموں میں اُڑانا اس نعمت کی بے قدری ہے۔ قرآن کریم میں اس طرح مال اُڑانے والوں کو "اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ" یعنی شیطان کا بھائی فرمایا ہے۔

دُوسرا مضمون اس حدیث پاک میں یہ ارشاد فرمایا کہ بقدرِ کفاف مال جمع کرنے میں آدمی پر ملامت نہیں، یعنی اگر کسی کے پاس صرف اتنا روپیہ پیسہ یا مال و دولت ہے کہ اس سے اس کی ضروریات ہی پوری ہوسکتی ہیں، اگر وہ اس کو اپنی ضروریات کے لئے روک رکھے اور کسی کو نہ دے تو وہ لائقِ ملامت نہیں، کیونکہ توکل کا اعلیٰ درجہ کہ آدمی کچھ بھی پاس نہ رکھے، ہر شخص کے بس کی بات نہیں، اور نہ ہر شخص اس کا مکلف ہے، ہاں! کسی کو حق تعالیٰ قوتِ قلب، قوتِ یقین اور قوتِ توکل کا یہ اعلیٰ مرتبہ نصیب فرمادیں تو وہ بقدرِ کفاف کے جمع کرنے سے بھی بے نیاز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور بہت سے اکابر اولیاء اللہ کی یہی شان تھی کہ اہل و عیال کا نفقہ ان کے حوالے کرکے فارغ ہوجاتے اور اپنی ذات کے لئے کسی چیز کے جمع کرنے کے روادار نہیں تھے، بلکہ جو کچھ بھی آتا تھا شام سے پہلے پہلے اسے ٹھکانے لگادیتے تھے۔

تیسرا مضمون یہ ارشاد فرمایا کہ: آدمی کو خرچ کی ابتدا ان لوگوں سے کرنی چاہئے جن کا نان و نفقہ اس کے ذمے ہے، پہلے ان کی ضرورت کے بقدر ان کو دے، پھر دیگر مصارف پر خرچ کرے، یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اہلِ حقوق کے حقوق تلف کرکے صدقہ و خیرات کرتا پھرے۔

چوتھا مضمون یہ ارشاد فرمایا کہ: "اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے" اُوپر والے ہاتھ سے دینے والا، نیچے والے ہاتھ سے لینے والا ہاتھ مراد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ دُوسروں کو دینے والا موٴمن، لینے والے سے بہتر ہے، کیونکہ دینے والا دے کر خود فقر اختیار کر رہا ہے، اور لینے والا لے کر مالدار بن رہا ہے، نیز دینے والا خلقِ خدا کی نفع رسانی میں مشغول ہے اور لینے والا اپنے نفع کے حصول میں مشغول ہے۔ اس ارشادِ پاک میں یہ تعلیم فرمائی گئی ہے کہ موٴمن کو حتی الوسع دینے والا بننا چاہئے، لینے والا نہیں، اس کا ہاتھ ہمیشہ اُوپر رہنا چاہئے، نیچے نہیں۔ ☆......☆

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

ختم نبوت کانفرنس

بادشاہی مسجد لاہور

اہمیت وضرورت اور اہداف ومقاصد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اللہ تعالیٰ نے دنیا بسائی، جن وانس پیدا فرمائے اور جن وانس کی ہدایت، راہنمائی کے لئے نبی ورسول بھیجے۔ انسانیت کی ہدایت وراہنمائی اوران کی تعلیم وتربیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسول بھیجنے کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا، اسے نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل فرما کر اعلان فرمایا کہ: اب قیامت تک کوئی دوسرا نبی ورسول نہیں آئے گا، بلکہ قیامت تک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وشریعت کا سکہ چلے گا، اور آپ کی تعلیمات ہی باعث نجات ہوں گی، چنانچہ قرآن مجید میں اس مضمون کی ایک سو سے زائد آیات نازل فرمائی گئیں۔

اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی واشگاف الفاظ میں اعلان فرمادیا کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، میرے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ودجال ہوگا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو سو سے زائد احادیث اور ارشادات عالیہ میں اس حقیقت کو واضح فرمایا، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ: میرے بعد تیس کذاب ودجال نبوت کا دعویٰ کریں گے، مگر یاد رکھو میں اللہ کا آخری نبی ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کی اس سچی پیشگوئی کے مطابق کچھ بدنصیبوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے کئے، ان میں سے دو ایسے بھی تھے جنہوں نے خود آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری دور میں نبوت کا دعویٰ کیا، چنانچہ اسود عنسی نے یمن میں اور مسیلمہ کذاب نے یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کیا۔

یمن میں جب اسود عنسی کا فتنہ پھیلنے لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بے حد مضطرب وپریشان ہوگئے اور آپؐ نے یمن کے صحابہ کرامؓ کو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے متوجہ کیا چنانچہ حضرت فیروز دیلمیؓ اوران کے رفقاء نے اسود عنسی کو اپنے انجام تک پہنچادیا، دوسری جانب مسیلمہ کذاب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب پر پرزے نکالنے شروع کئے اوراس کا فتنہ پھیلنے لگا تو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے اس کے خلاف

اعلان جنگ فرمادیا، چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں اسلامی فوجوں نے مسیلمہ کذاب کے خلاف بھرپور جہاد کیا اور اسے حدیقۃ الموت میں اپنے حامیوں سمیت واصل فی النار کیا۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ کے اس طرزِ عمل نے ثابت کردیا کہ ہر ایک سے صلح ہوسکتی ہے اور ہر ایک کو برداشت کیا جاسکتا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں سے کسی قسم کی کوئی بات چیت اور مصالحت نہیں ہوگی اور انہیں قطعاً برداشت نہیں کیا جائے گا، چنانچہ امت مسلمہ کی چودہ سوسالہ تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی ایسے کسی بدباطن نے سر اٹھایا، امت نے اس کو گوارا نہیں کیا۔

شومئی قسمت! کہ متحدہ ہندوستان میں جب برطانوی استعمار کا تسلط تھا، اور مسلمان مظلوم ومقہور تھے، عین اس وقت مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے، مسلمانوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے کاٹنے، انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کی نفرت کو کم کرنے اور ان کے دلوں سے جذبہ جہاد ختم کرنے کے لئے ایک جدی پشتی غلام اور انگریزوں کے نمک خوار، انگریزی عدالت کے معمولی کلرک مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کام کے لئے آمادہ کیا گیا، چنانچہ اس ملعون نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرکے امت کو کرب وابتلاء میں مبتلا کردیا۔

بلاشبہ اس وقت اگرچہ مسلمان محکوم، مقہور اور مجبور تھے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو برطانوی استعمار کی مکمل حمایت وسرپرستی حاصل تھی، بایں ہمہ مسلمانوں نے اس کو ایک دن بھی برداشت نہیں کیا، بلکہ ہر محاذ پر اس کو للکارا، مناظرہ ہو یا مباہلہ، تقریر ہو یا تحریر ہر میدان میں اس کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ ۱۹۳۴ء سے باقاعدہ اس کے مرکز قادیان ضلع گورداسپور میں جاکر کانفرنسیں اور جلسے کرکے اس کے کفر کو آشکارا کرنا شروع کیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا اور ۱۹۰۸ء میں ہیضہ کی موت مرگیا، مگر اس وقت تک اس کا فتنہ جڑ پکڑ چکا تھا، لیکن اس دوران ہندوستان سے انگریزوں کے پاؤں اکھڑنا شروع ہوگئے اور ۱۹۴۷ء میں انگریز اپنا بستر بوریا لپیٹ کر جانے پر مجبور ہوگیا۔ ملک تقسیم ہوگیا اور پاکستان وجود میں آگیا۔

قیام پاکستان کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت نے ایک بار پھر قوت اور زور پکڑنا شروع کیا اور وہ پاکستان میں قادیانی حکومت کے خواب دیکھنے لگے، اس لئے کہ انگریز جاتے جاتے ایک طرف چوہدری ظفر اللہ خان کو پاکستان کا وزیر خارجہ بناکر مسلمانوں پر مسلط کرگیا، دوسری طرف جھنگ اور چنیوٹ کے درمیان ایک بڑا قطعہ اراضی ان کے نام الاٹ کرکے ربوہ کے نام سے قادیانی اسٹیٹ قائم کرگیا تھا۔ جہاں الف سے یا تک تمام قادیانی انتظام وکنٹرول تھا، اور وہاں کسی مسلمان کو پر مارنے کی اجازت نہیں تھی، جس طرح روم میں ویٹی کن سٹی کے نام سے آزاد عیسائی ریاست آباد ہے ٹھیک اسی طرح پاکستان میں بھی ”ربوہ“ کے نام سے قادیانی اسٹیٹ قائم تھی، وہاں قادیانی ظلم وبربریت زوروں پر تھی، اور مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا محمود وہاں کا مطلق العنان آمر تھا، اور وہ اپنے آقاؤں کے زور پر مسلمانوں کو خاطر میں نہ لاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ پاکستان بننے کے کچھ ہی سالوں بعد... ۱۹۵۲ء... اس نے قادیانیوں کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ۱۹۵۲ء گزرنے نہ پائے کہ مسلمان ذلیل ہوکر تمہارے قدموں میں آگریں اور بلوچستان کو احمدی صوبہ بناکر اس پر قادیانی اقتدار کا جھنڈا لہرادو۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اکابر علماء امت خصوصاً حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اعلان کیا کہ مرزا محمود! اگر ۱۹۵۲ء تیرا ہے تو ۱۹۵۳ء ہمارا ہے، چنانچہ مرزائیوں کی اس بڑھتی ہوئی جارحیت کا نوٹس لے کر ان کے منہ میں لگام دینے کے لئے ۱۹۵۳ء کی تحریک چلی اور ہزاروں مسلمانوں کو قادیانیوں نے حکومت کی سرپرستی میں گولیوں سے بھون ڈالا، وقتی طور پر یہ تحریک اگرچہ دب گئی، مگر مسلمانوں پر قادیانیوں کا کفر والحاد اور اسلام دشمنی نصف النہار کی طرح آشکارا ہوگئی۔

قادیانی سورماؤں کی فرعونیت زوروں پر تھی کہ اسی دوران نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبا نے ٹوور پر جاتے ہوئے ربوہ اسٹیشن پر ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے، قادیانی یہ کہاں برداشت کرسکتے تھے کہ ان کی اسٹیٹ میں ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا جائے، چنانچہ انہوں نے طلبا کی واپسی کی تاریخ پر قادیانی اسٹیشن ماسٹر کی ملی بھگت سے گاڑی روک کر مسلمان طلبا کو تشدد کا نشانہ بنایا اور انہیں ختم نبوت زندہ باد کے نعرہ کی پاداش میں لہولہان کردیا بہت سے طلبا شدید زخمی اور بہت سے

بے ہوش ہوگئے، مسلمانوں کو اس کی اطلاع ملی تو پورے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی، قادیانی یورش اور ان کی بڑھتی ہوئی جارحیت کو روکنے کے لئے قادیانیوں کے خلاف ۱۹۷۴ء کی زبردست تحریک چلی جس کے نتیجے میں ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دے دیا گیا، اگرچہ آئینی طور پر قادیانی غیر مسلم قرار پاچکے تھے، لیکن بایں ہمہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان باور کراتے اور کھلے عام اسلامی اصطلاحات استعمال کرتے، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور مسلمانوں نے ان کی اس جرأت اور قانون سے بغاوت کو روکنے کی کوشش کی تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا اسلم قریشی کو اغوا کرلیا گیا، چنانچہ قادیانیوں کے اس ظلم و تشدد اور جارحیت کے خلاف ایک بار پھر ۱۹۸۴ء میں تحریک چلی اور جنرل ضیاء الحق مرحوم نے قانون میں ترمیم کرکے امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کیا، جس سے قادیانیوں کو اپنے آپ کو مسلمان باور کرانے اور اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے سے قانوناً روک دیا گیا۔

اس قانون کے نافذ ہوتے ہی قادیانی سربراہ مرزا طاہر راتوں رات بھاگ کر انگلینڈ جا پہنچا اور قادیانی مرکز بھی گویا پاکستان سے انگلینڈ منتقل ہوگیا اور قادیانیوں نے ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کردیا بہرحال مسلمان ان کا تعاقب کرتے رہے، اب جب کہ قادیانی یورشیں زوروں پر ہیں اور قادیانی سورماؤں اور ان کے سرپرستوں کی پوری کوشش ہے کہ کسی طرح آئین سے ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی ترامیم حذف کرکے قادیانیوں کو دوبارہ مسلمانوں کی صف میں شامل ہوکر ان کے دین و ایمان غارت کرنے کا موقع ملے، ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ کو قادیانیوں کی اسلام دشمنی اور پیغمبر اسلام سے ان کی عداوت و بغاوت سے آگاہ کیا جائے اور ان کی جارحیت و تشدد کی سرگرمیوں سے مسلمانوں کو آشنا کیا جائے۔

لہٰذا ضروری قرار پایا کہ ایک بار پھر مسلمانوں کو بیدار کیا جائے اور ان کو باور کرایا جائے کہ قادیانی مسئلہ اگرچہ پرانا ہے اور اس کے بارہ میں مسلسل تین بار تحریکیں چل چکی ہیں اور علمائے امت مسلمانوں کو ان کے بارہ میں بہت کچھ بتلا چکے ہیں مگر افسوس کہ مسلمانوں کی موجودہ نسل میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ۱۹۵۳ء میں نہیں تھی اور جو ۱۹۷۴ء میں بچے تھے اب وہ جوان ہوگئے ہیں لہٰذا وہ قادیانی مسئلہ کی سنگینی سے ناآشنا ہیں۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ انہیں بتلائیں کہ قادیانی نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی ہیں بلکہ وہ ملک و ملت کے بھی دشمن ہیں، ان کے مسلمانوں سے نہیں، یہودیوں اور اسرائیل سے یارانے ہیں، وہ مسلمانوں کی شکست اور غیر مسلموں کی فتح پر خوشی کے شادیانے بجاتے ہیں، اور وہ پاکستان میں عجمی اسرائیل کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

اسی طرح ایسے بہت سے لوگ جو اپنی لاعلمی کی وجہ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ جب قادیانی قانوناً غیر مسلم قرار پاگئے تو اب ان کے پیچھے لٹھ لے کر پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کو باور کرایا جائے کہ بے شک قادیانی غیر مسلم تھے اور ہیں، مگر انہوں نے کبھی بھی اپنے آپ کو غیر مسلم باور نہیں کیا، بلکہ وہ برابر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے مسلمانوں کو گمراہ کرتے آئے ہیں، لہٰذا ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم مسلمانوں کو قادیانی فتنہ کی سنگینی اور اس کی زہرناکی سے آگاہ کریں اور بتلائیں کہ جب قادیانیوں نے اپنی اسلام دشمنی اور ارتدادی سرگرمیوں سے سرمو انحراف نہیں کیا تو ہم کیوں اپنا کام چھوڑ دیں؟ خصوصاً جب کہ ہماری نئی نسل اور نوجوان اس فتنہ کی سنگینی اور اس کی اسلام دشمنی سے ناآشنا ہیں، تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ ان کے دین و ایمان کو بچانے کی بھرپور کوشش کریں۔

اسی لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے ملک بھر میں کانفرنسوں کے انعقاد کا فیصلہ کیا ہے، چنانچہ ۱۱/اپریل ۲۰۰۹ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں اس سلسلہ کی عظیم الشان کانفرنس منعقد کی جارہی ہے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ خود بھی اس میں شریک ہوں، دوسرے مسلمانوں، خصوصاً اپنی نئی نسل اور نوجوانوں کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دیں اور اس فتنہ سے آگاہی حاصل کریں اور ان کانفرنسوں کی کامیابی کے لئے دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح کا تعاون کریں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

شاعرِ مشرق اور تحفظِ ختمِ نبوت

شورش کاشمیری کی تحریروں کے آئینہ میں

ترتیب: سعید الرحمٰن درخواستی

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ بیسویں صدی میں برصغیر پاک و ہند کے ایک عظیم فلسفی اور شاعر تھے، انہوں نے اس برصغیر کو دو چیزیں دی ہیں:

۱:..... مشترکہ ہندوستان کو برطانوی غلامی کے خلاف انقلابی نوا، کہ ان کی شاعری میں غیر ملکی غلامی کے خلاف احتجاج بھی تھا اور اجتماعی جدوجہد کی ایک دعوت بھی، اردو شاعری نے ان کے رشحات قلم سے نئے بال و پر حاصل کئے۔

۲:..... وہ ہندوستان میں اسلامی فکر کے اثباتی شاعر تھے، ان کا فلسفہ قرآن کی دعوت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر تھا، وہ ملتِ اسلامیہ کی عظمتِ رفتہ کو لوٹانے کے متمنی اور عصرِ حاضر کے مادی معاشرے میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے خواہش مند تھے، پاکستان انہیں اپنے وجود کا مصور کہتا اور اپنی قومی زندگی میں حکیم الامت کے خطاب سے نوازتا ہے۔ ادھر ہندوستان بھی انہیں سر کا خطاب دیتے ہوئے ان کی عظمتوں کا معترف ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں شدید سیاسی فاصلے کے باوجود دونوں مملکتوں نے پورا سال علامہ اقبالؒ کی پیدائش کے صد سالہ جشن کا اعلان کیا تھا۔

پنڈت جواہر لال نہرو، مہاتما گاندھی کے بعد ہندوستان کے سب سے بڑے راہنما تھے۔ ہندوستان آزاد ہوا تو وہ پہلے وزیر اعظم منتخب کئے گئے اور اپنی موت تک اسی عہدے پر متمکن رہے، انہوں نے اپنے بعض خطوط کے علاوہ اپنی کتاب ''تلاش ہند'' (Discovery of India) میں علامہ اقبالؒ کی فکری سیادت کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

علامہ اقبالؒ نے قادیانیت کا محاسبہ کیا تو جواہر لال نہرو نے ان سے بحث چھیڑ دی اور قادیانیت کو ملتِ اسلامیہ کا جزو قرار دے کر بالواسطہ اس کا دفاع کیا۔ علامہ اقبالؒ نے اس کا مسکت جواب دیا، جواہر لال سپر انداز ہوگئے، علامہ نے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ قادیانیت کی چند خدمات کا صلہ دینے کی مجاز ہے لیکن مسلمانوں کے لئے قادیانیت کو نظر انداز کرنا خطرہ کا باعث ہے، اس طرح نہ صرف ملت اسلامیہ کی وحدت ختم ہوتی، بلکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا بٹوارا ہو کر تشتت و افتراق کی راہیں کھلتی ہیں اور ان کے بنیادی معتقدات کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔

علامہ اقبالؒ اور پنڈت جواہر لال نہرو میں خط و کتابت بھی ہوتی تھی۔ پنڈت نے علامہ اقبال سے قادیانیت کے متعلق استفسار کیا تو اس کے جواب اور ان مضامین کے سلسلہ میں علامہ نے پنڈت کو لکھا:

''اس کے متعلق میرے ذہن میں
کوئی شک نہیں کہ احمدی (قادیانی) اسلام
اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔''

پنڈت جی نے اپنے نام بڑے آدمیوں کے خطوط کا ایک مجموعہ (A Bunch of Old Letters) شائع کیا ہے، اس میں علامہ اقبالؒ کا محولہ بالا خط موجود ہے۔

قادیانیت کیا ہے؟

مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں۔ مرزا کا خاندان سکھوں کے عہد اقتدار میں ان کی فوج میں ملازم تھا (سر لیپل گریفن کی کتاب ''رئیسان پنجاب'') ان کے دادا عطا محمد اور عطا محمد کا والد گل محمد سکھوں کی طرف سے لڑتے رہے، عطا محمد سردار فتح سنگھ اور اہلو والا کی چاکری میں بارہ سال میگوال رہا، مہاراجہ رنجیت سنگھ نے عطا محمد کی رحلت کے بعد، اس کے بیٹے غلام مرتضیٰ (والد مرزا غلام احمد قادیانی) کو واپس بلا لیا، جدی جاگیر کا ایک حصہ عطا کیا، غلام مرتضیٰ مہاراجہ کی فوج میں داخل ہو گیا اور کشمیر کی سرحدوں کے علاوہ بعض دوسرے مقامات میں مسلمانوں کی سرکوبی پر مامور ہوا۔ غلام مرتضیٰ نے سکھوں کی فوج میں بھرتی ہو کر ہری سنگھ موہ کے زیر قیادت پٹھانوں پر طور خم تک چڑھائی کی، حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کی جماعت کو بالاکوٹ میں شہید کرنے والی فوج میں شامل تھا، انگریزوں نے پنجاب فتح کیا تو وہ اور اس کے بھائی ان کے ہو گئے اور سات سو روپے پنشن حاصل کی۔ مرزا غلام قادر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کو مٹانے کے لئے جنرل نکلسن کی فوج میں تھا، اس نے ۴۶ نیو انفنٹری (سیالکوٹ) کے باغی نوجوان کو جنرل نکلسن کے ساتھ دردناک اذیتیں دے کر ہلاک کیا۔ جنرل نکلسن نے لکھا کہ قادیان کے تمام دوسرے خاندانوں سے یہ خاندان نمک حلال رہا ہے، مرزا صاحب نے اپنی کئی کتابوں میں انگریزوں سے اپنی غیر متزلزل وفاداری کا

اعتراف کیا اور اس پر فخر و ناز کیا ہے اور خلاصہ اس کا خود مرزا صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ وفاداری کی ان کتابوں سے پچاس الماریاں بھرتی ہیں۔

قادیانیت کا آغاز

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے وقت ان کی عمر سولہ یا سترہ برس کی تھی، ابتداً ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں قلیل تنخواہ پر محرری کی اور ۱۸۶۶ء سے ۱۸۶۸ء تک ملازم رہے۔ ۱۸۶۹ء کے شروع میں برطانوی ایڈیٹروں اور مسیحی راہنماؤں کا ایک وفد اس غرض سے ہندوستان آیا کہ ہندوستانی عوام میں وفاداری کیونکر پیدا کی جاسکتی ہے اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سلب کر کے انہیں کیونکر رام کیا جاسکتا ہے، اس وفد نے ۱۸۷۰ء میں واپس جاکر دو رپورٹیں مرتب کیں، ان میں برطانوی سلطنت کا ہندوستان میں وارد (The Arrival of the British in India) کے مرتبین نے لکھا کہ:

"ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی راہ نماؤں کی اندھا دھند پیروکار ہے، اگر اس وقت ہمیں ایسا کوئی آدمی مل جائے جو "اپاسٹالک پرافٹ" (حواری نبی) ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لئے کام لیا جاسکتا ہے۔" (تلخیصات)

مرزا غلام احمد قادیانی اس غرض سے نامزد کئے گئے انہوں نے پہلے تو ایک مناظر کا روپ دھارا کہ پادریوں کے تابڑ توڑ حملوں سے مسلمان ناخوش تھے گویا مرزا صاحب مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ابتداً اس طرح نمودار ہوئے، پھر ایک جماعت پیدا کر کے ۱۸۸۰ء میں ملہم من اللہ ہونے کا اعلان کیا پھر اپنے مجدد ہونے کا ناد پھونکا، دسمبر ۱۸۸۸ء میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کردیا اور اپنے ظلی نبی ہونے کی اصطلاح ایجاد فرمائی، نومبر ۱۹۰۴ء میں اپنے کرشن ہونے کا بیان داغا، اس دوران میں یہ کارنامہ بھی سرانجام دیا کہ آریہ سماج سے ٹکراؤ پیدا کیا، ہندوستان سے متعلق عریاں باتیں لکھیں، اسی کا نتیجہ تھا کہ سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش کا آخری باب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دریدہ دہنی سے لکھا گیا اور یہ برصغیر کے مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک دوسرے سے لڑانے بھڑانے اور کٹانے کا برطانوی حربہ تھا۔

خیانت سے پناہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا نقل کی جاتی ہے، جس میں خیانت سے پناہ مانگی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کیا کرتے تھے: "اے اللہ! میں آپ کی پناہ لیتا ہوں بھوک سے کیونکہ وہ بُرا ساتھی ہے جو ساتھ لیٹتا ہے اور آپ کی پناہ لیتا ہوں خیانت سے کیونکہ وہ بُری صفت ہے جو جان کے ساتھ لگ جائے۔" امانت داری کے ساتھ ہر شخص زندگی گزارے اور ہر طرح کی خیانت سے پرہیز کرے اور مذکورہ بالا دعا اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہے۔

(مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ)

حرمتِ جہاد اور اطاعتِ برطانیہ

مرزا قادیانی نے اپنی نبوت کا آغاز ان دعاوی سے کیا کہ:

۱:..... "میرے پانچ اصول ہیں، جن میں دو حرمتِ جہاد اور اطاعت برطانیہ ہیں۔" (تبلیغ رسالت از غلام احمد ص:۱۰۷)

۲:..... "میں نے مخالفتِ جہاد کو پھیلانے کے لئے عربی و فارسی کتابیں تالیف کیں اور وہ تمام عرب، شام، مصر، بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں، میں یقین کرتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔" (تبلیغ رسالت ص:۹۳ از غلام احمد)

۳:..... "میں نے ۲۲ برس سے اپنے ذمہ یہ فرض لے رکھا ہے کہ وہ تمام کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو، اسلامی ملکوں میں ضرور بھیج دیا کروں گا۔" (تبلیغ رسالت ص:۲۰۹، ج:۱۰)

۴:..... "میں سولہ برس سے متواتر ان تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانان ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے۔" (تبلیغ رسالت، ص:۳۰۰، ج:۳)

۵:..... "مجھے مسیح و مہدی جان لینا ہی حکم جہاد کا انکار ہے۔" (تبلیغ رسالت، ج:ہفتم)

یہ تھا باپ کا کلام، مرزا کے بیٹے کا ارشاد ہے:

۶:..... "حضرت مسیح موعود نے اپنی پاک تعلیم میں گورنمنٹ عالیہ کی اطاعت و وفاداری کو جزو مذہب قرار دے کر، ان منافق مسلمانوں سے ہمیں علیحدہ کردیا جو خونی مہدی کے انتظار میں ہیں کہ وہ عیسائی سلطنتوں کو مٹا کر ان نام کے مسلمان کو حکمران بنادے گا۔" (الفضل، ج:۴، نمبر ۸۲، یکم مئی ۱۹۱۷ء)

علامہ اقبالؒ نے پنڈت نہرو کو لکھا: "اس سے متعلق میرے ذہن میں کوئی شک نہیں کہ احمدی (قادیانی) اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔"

۷:...... ''ہمارے سر پر سلطنت برطانیہ کے بہت احسان ہیں، وہ مسلمان سخت جاہل، سخت نادان اور سخت نالائق ہے جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے، اس گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں تو ہم خدا کے بھی ناشکر گزار ہوں گے، خدا کا مسیح تو کہتا ہے کہ ہر مسلمان کو انگریزوں کی کامیابی کے لئے دعا کرنی چاہئے لیکن جاہل نادان اور نالائق مسلمان کہتا ہے کہ انگریزوں کو شکست ہو تو زیادہ بہتر ہے۔''

(الفضل ۵/جون ۱۹۴۰ء خطبہ مرزا بشیر الدین)

۸:...... ''بعض احمق سوال کرتے ہیں اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ یہ گورنمنٹ ہماری محسن ہے، اس کا شکر ادا کرنا فرض اور واجب ہے، محسن کی بدخواہی ایک بدکار اور حرامی کا کام ہے۔'' (الفضل، ج:۲۷، ۱۲/ستمبر ۱۹۳۹ء)

۹:...... مسیح موعود (مرزا غلام احمد) فرماتے ہیں:

''میں مہدی ہوں، برطانوی حکومت میری تلوار ہے، ہمیں بغداد کی فتح سے کیوں خوشی نہ ہو؟ عراق، عرب، شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔''

(الفضل، ج:۶، ۷/ستمبر ۱۹۱۰ء)

۱۰:...... ''ہم نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔'' (تبلیغ رسالت، ج:۷)

پس منظر و پیش منظر

مرزا صاحب ان دعاوی کو لے کر میدان میں آئے تو برصغیر میں مصالح ومقاصد کا نقشہ یہ تھا کہ:

۱:...... سارا ملک برطانوی اقتدار کے شکنجے میں آچکا تھا، لیکن مسلمانوں کے دل ودماغ میں جہاد کا جو عقیدہ راسخ تھا، انگریز اس کی ناقابل تسخیر اسپرٹ سے پریشان تھے، مسٹر ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر کی تصنیف ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' ظاہر کرتی ہے کہ انگریز جہاد کی اس روح سے کیونکر ہراساں تھے، اس کے علاوہ اور بہت سی برطانوی یادداشتیں، مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے انگریزوں کی سراسیمگی ظاہر کرتی ہیں۔

۲:...... انگریز سب سے پہلے بنگال پر قابض ہوئے، وہ ۱۸۵۷ء سے کہیں پہلے بنگال کے مسلمانوں کو ان کی طویل مزاحمت کے بعد زیر کرچکے تھے، ان کے شمال وجنوب کے علاقوں میں انگریزوں کے لئے کوئی خطرہ نہ تھا، وہاں بعض علماء کی طرف سے اس قسم کے فتوے چل رہے تھے اور محمڈن سوسائٹی کلکتہ نے بھی مکہ مکرمہ کے بعض علماء سے اسی قسم کا فتویٰ حاصل کرکے شائع کیا تھا کہ ہندوستان دارالحرب نہیں دارالسلام ہے۔

۳:...... برصغیر کے جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں تھے اور یہ صوبے بنگال سے ادھر صوبہ بہار سے شروع ہوکر دہلی تک تھے اور دہلی سے آگے پنجاب تھا، ان کی حد بندی اسطرح کی گئی کہ مسلمان وسط ہند کے تمام صوبوں میں عدداً اقلیت میں تھے، سلطنت اودھ کے مسلمانوں کو مغلوب کرلیا گیا اور دہلی کے مسلمان ملیامیٹ ہوچکے تھے حتیٰ کہ آخری فرمانروا بہادر شاہ ظفر کو قید کرکے رنگون میں جلاوطن کیا گیا اور قید رکھا گیا، اب مسئلہ شمال مغربی سرحدی علاقوں کی مسلمان اکثریت کا تھا، اس کے تمام علاقے افغانستان سے ملحق تھے اور ان میں جذبہ جہاد نہ ختم ہونے والا تھا، سرحد، بلوچستان اور سندھ میں انگریز حکمران ہوچکے تھے، لیکن مسلمانوں کے جہاد اور انگریزوں کے استعمار میں جھڑپیں جاری تھیں۔

۴:...... جنگ امبیلہ (صوبہ سرحد) ۱۸۶۳ء میں ہوئی۔ اس کے مجاہدین ومعاونین جو ہندوستان کو دارالحرب کہتے اور جہاد کو فرض قرار دیتے تھے، انگریزوں کے لئے داخلی طور پر خطرہ تھے۔

۵:...... انگریزوں نے ۱۸۶۴ء سے ۱۸۷۱ء تک پٹنہ، راج محل، مالدہ اور انبالہ میں ان علماء اور ان کے معاونین پر پانچ مقدمات قائم کئے گئے جو ہندوستان میں برطانوی اقتدار کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے جہاد کا مشن قائم کئے ہوئے تھے، انہیں موت، عمر قید اور ضبطی جائیداد کی سخت سے سخت سزائیں دے کر پامال کیا گیا۔

۶:...... افغانستان میں برطانوی اقتدار کی بیل منڈھے نہ چڑھی تو ۱۸۹۲ء میں سرمارٹیمر ڈیونڈر نے افغانستان اور ہندوستان کے مابین طورخم کے ساتھ سرحدی لائن قائم کی جو ڈیونڈر لائن کہلاتی رہی اور اب بھی سرکاری کاغذوں میں اس کا یہی نام چلا آرہا ہے۔

۷:...... پنجاب مسلمانوں کی اکثریت کا وسیع تر علاقہ تھا، انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی کو اس صوبہ ہی کے بل بوتے پر ختم کیا اور تجربہ سے اندازہ ہوگیا کہ اس کے لئے پنجاب کا سپاہی ایک عظیم فوجی متاع ہے، ہندوستان بھر میں پنجاب برطانوی عملداری کے لئے ریڑھ کی ہڈی تھا، یہاں کے روساتے انگریزوں کی توقعات سے کہیں زیادہ برطانوی عملداری کے لئے جاں نثاری اور وفاداری بشرطِ استواری کا ثبوت دیا تھا، پنجاب کی سرحدوں سے منسلک صوبوں میں روح جہاد قائم تھی اور وہ تمام تر پاکستان کے علاقے تھے ان علاقوں سے ملحق افغانستان وایران تھے، ان سے آگے دور دور تک اسلامی مملکتوں کا جال بچھا ہوا تھا، ادھر ان

> مرزا قادیانی لکھتا ہے: ''میں مہدی ہوں، برطانوی حکومت میری تلوار ہے، ہمیں بغداد کی فتح سے کیوں خوشی نہ ہو؟ عراق، عرب، شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔''
> (الفضل، ج:۶، ۷/ستمبر ۱۹۱۰ء)

علاقوں کے شانوں پر روس تھا اور برطانوی عملداری روس کو اپنے لئے خطرہ سمجھتی تھی، پنجاب کو اپنے قبضہ میں رکھنے اور ان علاقوں سے روح جہاد ختم کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کو برطانوی سرکار نے مبعوث کیا، برطانوی سرکار کو بزعم خویش یقین تھا کہ پنجاب ایک ملہم کی معرفت اپنے سانچہ میں ڈھالا جاسکتا اور گردوپیش کے مسلمان اس طرح زیر کئے جاسکتے ہیں۔

اگر ان علاقوں کے مسلمان زیر نہ ہوں تو اس ملہم کو پیدا کرکے علماء کا محاذ اس کی طرف پھیرا جاسکتا ہے اور اس طرح مسئلہ جہاد ٹل سکتا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی اس ضرورت ہی کی پیداوار تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمان عوام کو پادریوں کے خلاف بھڑکایا اور مسیحی عقائد پر رکیک حملے کئے تو پادریوں نے برطانوی سرکار سے شکایت کی کہ مرزا توہین مسیحیت کا مرتکب ہو رہا ہے، مرزا نے ملکہ وکٹوریہ کو خط لکھا کہ:

"مشنریوں سے مناظرہ کرتا ہوں تو مسلمانوں میں تنسیخ جہاد کا اعتبار بڑھتا ہے۔"

ایک دوسری جگہ لکھتا ہے:

"میں نے عیسائی رسالہ نور افشاں کے جواب میں سختی کی تو اس کا مقصد یہ تھا کہ سریع الغضب مسلمانوں کے وحشیانہ جوش کو ٹھنڈا کیا جائے اور میں نے حکمت عملی سے وحشی مسلمانوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا۔"

گویا مرزا صاحب پادریوں سے عیسائیت اور اسلام کے زیر عنوان جو مناظرے کرتے تھے، وہ صرف اس غرض سے تھے کہ مسلمانوں کا ان پر اعتماد قائم ہو کہ وہ انگریزوں کے فرستادہ نہیں بلکہ جہاد کی منسوخی کا اعلان ایک ملہم کی حیثیت سے خدا کی رضا پر کرتے ہیں۔

مرزا صاحب نے اپنے تئیں نبی منوانے کے لئے بے تحاشہ گالی گلوچ کی۔ اس وقت تمام ہندوستان میں پنجاب ہی شاید سب سے ان پڑھ صوبہ تھا، اس کے باشندوں کو اس طرح مرغوب کیا کہ:

۱:...... "تمام مسلمانوں نے مجھے قبول کرلیا ہے صرف کنجریوں اور بدکار عورتوں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔"

(آئینہ کمالات ص:۵۴۷)

۲:...... "جو شخص میرا مخالف ہے، وہ مشرک اور جہنمی ہے۔"

(تبلیغ رسالت ص:۲۷۸، ج:۹)

۳:...... "جو شخص ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا، تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حرام زادوں کی یہی نشانی ہے۔"

۴:...... "ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئیں۔" (درثمین عربی ص:۳۴۹)

مرزا غلام احمد قادیانی ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پاگئے ان کے جانشین حکیم نور الدین خلیفہ اول ۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۴ء اور ثانیاً مرزا بشیر الدین خلیفہ ثانی (۱۹۱۴ء تا ۱۹۶۵ء) نے احمدیت کو استعماری ایجنسی بنایا، اس ایجنسی نے پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں کی بے نظیر خدمات انجام دیں، عرب ریاستوں کو مسلمانوں کی وضع قطع اور مسلک و مشرب کا فریب دے کر ان کی قطع و برید کا برطانوی مشن پورا کیا اور جاسوسی کرتے رہے، ادھر ہندوستان میں جاسوسی کے مرکزی وصوبائی محکموں سے متعلق رہے، مسلمانوں کو برطانیہ سے وفاداری کا سبق اس طرح پڑھایا کہ ان کے روحانی رشتے کی روح مفقود ہو جائے، پہلی جنگ عظیم میں بغداد کے سقوط پر چراغاں کیا، مدینہ و مکہ کے متعلق حقیقۃ الرؤیا (مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود) میں لکھا کہ ان کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہوگیا ہے۔

قادیان کے متعلق الفضل ۳/ جنوری ۱۹۲۵ء میں لکھا کہ وہ تمام جہان والوں کے لئے ام ہے، اس مقام مقدس سے دنیا کو ہر ایک فیض حاصل ہوسکتا ہے۔

الفضل ۱۲/ستمبر ۱۹۳۵ء میں مرقوم ہے کہ: "ہم ان لوگوں سے متفق نہیں جو کہتے ہیں کہ کسی صورت میں بھی حرمین پر حملہ نہیں کیا جاسکتا، مدینہ پر بھی چڑھائی ہوسکتی ہے۔"

اس سے پہلے ۱۱/ستمبر ۱۹۳۲ء کے الفضل میں مرقوم تھا کہ: "قادیان میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں، قادیان کا سالانہ جلسہ ظلی حج ہے اور یہ نفل اب فرض بن گیا ہے۔"

(جاری ہے)

امام بخاریؒ کی ذہانت

امام بخاریؒ کی ذہانت کے متعلق روایت ہے کہ حامد بن اسمٰعیل محدث آپ کے ہم سبق تھے، ایک دن انہوں نے امام صاحبؒ سے کہا کہ آپ کے پاس نہ قلم ہے، نہ دوات، نہ کاغذ۔ علم حدیث کو کس طرح محفوظ رکھو گے؟ امام صاحبؒ نے پندرہ دن کے بعد پندرہ ہزار احادیث ایسی صحت کے ساتھ زبانی سنا دیں کہ حامد بن اسمٰعیل نے انہیں سن کر اپنی لکھی ہوئی یادداشت کی غلطیاں درست کیں۔

(مرسلہ: ابوعمیرہ خان)

مدرسہ تحفیظ القرآن الکریم الفتحیہ کراچی پاکستان

بیادگار

شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی ثم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ہم جملہ احباب، خیر خواہان مدرسہ ہذا کو یہ مسرت آمیز پیغام دے رہے ہیں کہ مدرسہ کی ضروریات کے لئے خریدے گئے پلاٹ کے لئے آپ نے دامے، درمے، قدمے، سخنے اعانت فرمائی۔ بالخصوص مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ کے بزرگ اور احباب جنہوں نے حرمین شریفین میں پرخلوص دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔

ان سب حضرات کی مساعی جمیلہ کو اللہ رب العزت نے شرف قبولیت سے نوازا ہے، اور 12 سال کی پیہم کوششوں سے پلاٹ کی تمام قانونی کارروائیاں پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہیں۔ الحمدللہ. ثم الحمدللہ. اللھم لک الحمد ولک الشکر کما ینبغی لجلال وجھک وعظیم سلطانک.

ان تمام احباب کی

خوشخبری

کے لئے عرض ہے کہ پلاٹ کے نقشے تیار ہو رہے ہیں۔ کراچی کنٹونمنٹ بورڈ سے منظوری کے بعد تعمیرات شروع کرنے کی تاریخ کا اعلان بھی کر دیا جائے گا۔ انشاءاللہ العزیز۔

اللہ پاک کی رحمت سے امید ہے کہ اب مدرسہ ہذا سے نشرِ اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کے دوررس منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچیں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

اس سلسلے میں دلچسپی رکھنے والے حضرات رابطہ فرما سکتے ہیں۔

رابطہ کے لئے: مہتمم مدرسہ 0321-2818210 / 021-2226238

مفتی محمد فاروق 0321-2300495 / 0300-2635180

مدنی مسجد آفیسرز کالونی گارڈن روڈ کراچی

میر طارق یعقوب نامی فتنہ پرور کے

گمراہ کن اور ملحدانہ نظریات کا تجزیہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

ہفتہ عشرہ کی بات ہے کہ میرے رفیق مولانا محمد اعجاز صاحب نے دو دو ورقی اے۔۴ سائز کے دو عدد مطبوعہ پرچے بعنوان: ”اسلام وصحت، پاکستانیو! آؤ ہم پاکستان کو پاکستانیوں کے لئے مثل جنت بنائیں“ اور ”عالمی امن، پاکستانیو! آؤ ہم پاکستان کو پاکستانیوں کے لئے ایک اسلامی (امن والا) ملک بنائیں“ لاکر دیئے اور کہا کہ میں ایک مسجد میں بیان کے لئے گیا تھا، وہاں کے لوگوں نے یہ پرچے دیئے ہیں اور فرمائش کی ہے کہ ان میں درج مضمون اور ان کے مرتب کے بارہ میں بتلائیں کہ یہ صاحب کون ہیں؟ اور ان کے عقائد کیا ہیں؟ یہ صاحب اور ان کی دعوت حق و سچ ہے یا زیغ وضلال؟ کیونکہ یہ صاحب گاہ بگاہ ہماری مسجد کے باہر اپنی گاڑی میں لٹریچر بھر کر لاتے ہیں اور بانٹتے ہیں، اگر یہ صاحب اور ان کا لٹریچر ٹھیک ہے تو فبہا، ورنہ اس کو منع کیا جائے، ان پرچوں کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان صاحب کا نام میر طارق یعقوب ہے اور وہ مکان نمبر ۲۰۷ سینٹرل اسٹریٹ ڈی ایچ اے فیز۲ کراچی کے رہائشی ہیں، اس کے علاوہ مولانا محمد اعجاز صاحب نے یہ بھی بتلایا کہ ان صاحب سے میری ملاقات بھی ہوچکی ہے اور انہوں نے خود بتلایا کہ وہ بنیادی طور پر ریٹائرڈ فلائٹ انجینئر ہیں، اور ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے دنیا بھر کا سفر کیا ہے، چونکہ سفر سے علم اور معلومات بڑھتی ہیں، اس لئے انہوں نے اپنے اس علم اور معلومات کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے یہ تحریک شروع کی ہے۔

مولانا محمد اعجاز صاحب نے بتلایا کہ جب ہم نے ان کے پرچوں میں درج قابل اشکال باتوں سے متعلق چند استفسار کئے، تو ابتدا میں انہوں نے کچھ جواب دینے کی کوشش کی، لیکن جب وہ جواب دینے سے عاجز ہوگئے تو کہنے لگے کہ زبانی بات چیت کے بجائے تحریری طور پر میری باتوں کا جواب دیا جائے۔ اس لئے مولانا محمد اعجاز صاحب اور محلہ کی جس مسجد کے باہر وہ اپنی دعوت دیتے ہیں، وہاں کے نمازیوں نے یک زبان ہوکر زور دیا کہ اس کا تحریری محاسبہ کیا جائے۔ اس لئے مجبوراً ان پرچوں کو پڑھنا اور ان پر اپنے تاثرات کا اظہار کرنا پڑ رہا ہے، لیجئے! اس سلسلہ کی چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ ان پرچوں کے عنوان بہت ہی بے ضرر ہیں، لہٰذا اوّل وہلہ میں ان کا عنوان دیکھ کر کوئی شخص باور نہیں کرسکتا کہ ان میں کوئی بات قابل گرفت بھی ہوگی، پھر ”اسلام وصحت“ اور ”پاکستان کو پاکستانیوں کے لئے مثل جنت بنانا“ ایسا موضوع ہے کہ ہر آدمی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، لیکن بغور دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ زہر کو شکر میں لپیٹ کر کھلانے کی سازش کی گئی ہے، کیونکہ جناب میر طارق یعقوب صاحب نے آگے چل کر جو کچھ لکھا ہے، وہ بہت ہی خطرناک ہے، مثلاً:

۱:......”ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کا لفظی ترجمہ پڑھنا ہے، علم وعقل سے قرآن میں تدبر کرنا ہے“

گویا یہ صاحب، قرآن سمجھنے کے لئے کسی صاحب علم وتحقیق اور محقق مفسر قرآن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کے قائل نہیں ہیں، بلکہ یہ لوگوں کو اس بات کا درس دینا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کا معنی ومفہوم اور اللہ تعالیٰ کی مراد خود متعین کریں، دوسرے الفاظ میں وہ قرآن کریم کی تفسیر وتاویل کے لئے حضرات علمائے امتؒ، مفسرینؒ، محققینؒ، ائمہ مجتہدینؒ، تابعینؒ اور صحابہ کرامؓ کی تحقیق سے امت کو باغی بنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ قرآن کریم کی مراد، معنی اور مفہوم کی تعیین کے لئے جب قرآن کریم کے اولین مخاطب اور فصحائے عرب حضرات صحابہ کرامؓ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے محتاج تھے تو آج پندرھویں صدی کا اردو خواں انسان جو عربی زبان، اس کی اصطلاحات، تفسیر کے لئے ضروری علوم مثلاً: صرف، نحو، منطق، فلسفہ، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، علم کلام، معانی، بدیع، بیان، تاویل، تفسیر، ناسخ، منسوخ، شان نزول اور نزول کے پس منظر و پیش منظر وغیرہ سے ناآشنا ہو، وہ کیونکر اس کی تفسیر وتاویل کرسکتا ہے؟ یا مراد خداوندی کو کیسے متعین کرسکتا ہے؟

۲:......موصوف اسی فکر کی تلقین کرتے ہوئے

مزید آگے لکھتے ہیں:

"پھر لوگ کچھ دیر بیٹھ کر سوچیں کہ کیا پڑھا، پھر اخبار پڑھیں اور خبریں پڑھیں اور سنیں پھر مسائل کا قرآن اور حدیث کی روشنی میں حل تلاش کریں، جب یقین ہوجائے کہ مسئلہ کا حل مل گیا ہے تو اسے قلم بند یعنی تحریری لکھ لیں، اگر مسئلہ کا حل کنبے سے ہے تو اپنے مضمون کو چھپوا کر ان میں تقسیم کریں، اور اگر مسئلہ کا تعلق پڑوسیوں سے ہے تو ان میں بھی تقسیم کریں، یا اہل محلّہ کے مشورہ سے مسجد میں ایک بڑا سائونس بورڈ آویزاں کردیں تاکہ اہل محلّہ اسے پڑھیں، اگر انہیں یہ تجویز پسند آجائے تو یہ عمل کریں۔ مسئلہ کا حل لکھنے والا اس بات کا خیال رکھے کہ اس کے لکھنے سے فساد و تفرقہ نہ بڑھیں، بلکہ امن، بھائی چارے کو فروغ حاصل ہو۔"

دیکھا آپ نے کہ موصوف مسائل کے حل کے لئے دین و شریعت، چودہ صدیوں کے اکابر کی تحقیق اور مدون فقہ و فتاویٰ سے ہٹ کر قارئین کی غلط و صحیح فہم و سمجھ کو معیار قرار دیتے ہوئے انہیں تلقین فرماتے ہیں کہ قرآن کے اردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ اخبارات اور خبریں پڑھیں اور سنیں پھر جو کچھ سمجھ میں آجائے اسے قرآنی حل کا نام دے کر چھپوا کر تقسیم کریں۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کی بھی تلقین کرتے ہیں کہ اس کے لکھنے اور شائع کرنے سے فساد و تفرقہ نہ بڑھے، سوال یہ ہے کہ اگر وہ قرآن کا حل ہے، تو اس سے فتنہ و فساد کیوں برپا ہوگا؟ اور جس سے تفرقہ بازی اور فتنہ و فساد ہو، وہ قرآن کی تعلیم کیونکر ہوگی؟ پھر اگر وہ قرآنی حل ہے تو اس کی اشاعت میں تفرقہ بازی پیدا ہونے کا ڈر اور خوف کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا لوگوں کے خوف سے قرآنی تعلیمات اور قرآنی حل کو چھپانا جائز ہے؟ اگر نہیں تو اس تحریر کا کیا معنی؟

۳:...... موصوف دین و شریعت کے احکام و فرائض کو نجات آخرت اور رضا الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دینے کے بجائے انہیں بھی دنیاوی اغراض و مقاصد کے تابع قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"درحقیقت فرض نماز بندگی کی علامت ہے اور سنت و نوافل پانچ وقت کی ورزش ہے ... "نماز بندگی، طہارت، پاکیزگی اور ورزش کا نظام ہے۔"

کیا ہم موصوف سے پوچھ سکتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں کہیں یہ وارد ہوا ہے کہ نماز اور خصوصاً سنن و نوافل ورزش کے نظام کے لئے وضع کی گئی ہیں؟ کیا آج تک کسی فقیہ یا محقق عالم دین نے اس کی طرف کوئی اشارہ فرمایا ہے؟ کہ نماز و نوافل صحت و سلامتی کو برقرار رکھنے کے لئے مقرر کی گئی ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ شارع علیہ السلام پر بہتان نہیں کہ انہوں نے سنن و نوافل ورزش اور جسمانی صحت کے لئے مقرر فرمائیں تھیں؟

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے یا نوافل و سنن کی ادائیگی سے یہ کہہ کر انکار کردے کہ چونکہ میں روزانہ جیم خانہ/کلب جاتا ہوں اور باقاعدہ ورزش کرتا ہوں لہٰذا مجھے نماز، نوافل اور سنن کی ضرورت نہیں، تو کیا موصوف کے ہاں یا کسی صاحب عقل و فہم کے ہاں ترک نماز کی یہ منطق قابل قبول ہوگی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس جاہلانہ نتیجے کا کیا معنی؟

بلاشبہ نماز خواہ فرائض ہوں یا سنن و نوافل، سب کی سب تقرب الٰہی اور نجات آخرت کے لئے وضع کی گئی ہیں، تاہم ان سے جہاں اُخروی فوائد وابستہ ہیں، وہاں بعض اوقات طبعاً کچھ دنیوی فوائد بھی حاصل ہوجاتے ہیں، لیکن ان عبادات کو دنیاوی اغراض سے وابستہ کرنا یا جوڑنا، خالص سفاہت و دنائت اور دین و مذہب سے جہالت کی علامت ہے۔

۴:...... موصوف آگے نماز کو ورزش قرار دینے کی حکمت و علت بیان کرتے ہوئے نکتہ آفرینی کرتے ہیں:

"نماز میں نمازی کو ایکٹیو اور چست ہونا چاہئے، اس طرح یہ بن گئی ورزش، اہل جنت جوان ہوں گے یعنی دین پر چلنے والے تندرست و جوان ہوں گے۔"

دوسرے الفاظ میں وہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو نماز جیسی ورزش اس لئے عطا ہوئی ہے تاکہ وہ صحت مند و تندرست رہیں اور صحت و تندرستی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوں اور اسی صحت و سلامتی و جوانی کے ساتھ جنت کے مزے لوٹیں۔

چشم بددور! کیا خوب علم و تحقیق ہے؟ کہ جو لوگ دنیا میں یہ ورزش کریں گے وہ جوان رہیں گے اور جو دنیا میں جوان اور صحت و تندرستی سے رہیں گے وہ جنت میں بھی تندرست، صحت مند اور جوان ہوں گے؟

کیا موصوف یہ بتلانا پسند کریں گے کہ جو لوگ دنیا سے کمزور اور مریض گئے ہیں یا بوڑھے ہوکر مرتے ہیں وہ جنت میں کمزور، مریض اور بوڑھے ہوں گے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا دنیا کی صحت، تندرستی اور جوانی آخرت میں بھی برقرار رہے گی؟ حالانکہ حدیث شریف میں تو اس کے خلاف آیا ہے کہ اہل جنت سب کے سب جوان ہوں گے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑھیا سے ازراہ مزاح فرمایا تھا:

"قال لامرأة عجوز لاتدخل الجنة عجوز...... فقال لها اما تقرئين القرآن "انا انشأناهن انشاءً فجعلناهن ابكارا...."

(مشکوٰة ص:۴۱۶)

ترجمہ:... "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

بڑھیا سے فرمایا: بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی..... بڑھیا نے عرض کیا، آخر کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھتی کہ: ”ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔“

اس کے علاوہ آخرت کی جوانی اور صحت و تندرستی کا مدار ایمان و اعمال صالحہ پر ہے نہ کہ ورزش پر، چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ:

”انہ لیاتی الرجل السمین العظیم یوم القیمة لا یزن عندالله جناح بعوضة۔“ (متفق علیہ)

ترجمہ: ”ایک موٹا تازہ آدمی قیامت کے دن آئے گا لیکن وہ عنداللہ مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتا ہوگا۔“

اس سے اندازہ ہوا کہ دنیا کی صحت و تندرستی آخرت میں قائم نہیں رہے گی، بلکہ اگر کوئی آدمی دنیا میں کمزور تھا اور جنت کا مستحق قرار پایا تو وہ جنت میں صحت مند اور جوان ہو جائے گا۔

۵:..... موصوف نے جماعت سازی کی مخالفت میں ایک نیا انکشاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جماعت بنانے کا حق صرف اللہ کو ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی کوئی جماعت نہیں ہوتی حتیٰ کہ اللہ کے رسولوں کی بھی کوئی جماعت نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”لوگوں، رسولوں کی اپنی کوئی جماعت نہیں ہوتی ہے، کیونکہ سب رسول پیدا کئے گئے تھے، جو پیدا کیا جاتا ہے، وہ انسان ہے، اس سے یہ اخذ ہوا ہے کہ انسانوں کی جماعتیں نہیں ہوتیں، ہمارے سیاست دان اور مولوی بتلائیں کہ انہوں نے کیسے اپنی اپنی جماعتیں بنا ڈالیں؟ جو قرآن پڑھے اور نماز ادا کرے، وہ اللہ والا ہے، اللہ کا اقرار کرنے والا شخص اسی جماعت کا ممبر ہے جس کے ممبر ہیں سب رسول اور ایمان والے، لوگوں کو خود کو ہندو، عیسائی، یہودی، سنی، شیعہ، وہابی، احمدی، دیوبندی، بریلوی اور آغا خانی کہنا چھوڑ دیں، یہ سب ملاؤں کی دماغی اختراع ہے، جنہوں نے قرآن میں تدبر نہیں کیا۔“

اس اقتباس میں موصوف نے ملاؤں کی مخالفت اور اسلام دشمنوں کی ہمنوائی میں بیک زبان بہت کچھ کہہ دیا ہے، مثلاً:

ا:..... انسانوں کی کوئی جماعت نہیں ہوتی، کیونکہ انسان مخلوق ہیں اور مخلوق کی کوئی جماعت نہیں ہوتی، سچ ہے کہ: ”خدا زدے تو مت کھے“ یعنی جب اللہ ناراض ہوتے ہیں تو عقل بھی چھین لیتے ہیں، بلاشبہ ان کی یہ نکتہ آفرینی بھی اللہ تعالیٰ کی اسی ناراضگی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے، ورنہ کوئی ان سے پوچھے کہ قرآن کریم کی کس آیت میں یا حدیث کی کس کتاب میں جماعت سازی کی ممانعت آئی ہے؟ یا فقہائے امت اور اسلاف امت میں سے کس نے یہ کہا ہے کہ انسانوں کو جماعت بنانے کی اجازت نہیں ہے؟

جبکہ اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا: ”من غش فلیس منا“ جو دھوکے اور کھوٹ کا معاملہ کرے وہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہے، اگر رسولوں کی جماعت نہیں ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ ”وہ ہماری جماعت میں سے نہیں؟“

اسی طرح قرآن کریم میں مزید وضاحت و صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے:

”یا یها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا، ان اکرمکم

استغناہی جرأت و بے باکی کی شاہ کلید ہے

حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا: آج علماء کیوں بے وزن ہوتے جاتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: آج علماء دنیاداروں کی دنیا کی طرف للچائی ہوئی نگاہ ڈالنے لگے ہیں، پہلے کے علماء اس سے بے نیاز تھے، تو دنیا والے ان کے محتاج تھے، آج وہ خود ان کی چیزوں کے محتاج بن گئے ہیں۔

ڈاکٹر یوسف قرضاوی صاحب نے مولانا علی میاں (ابوالحسن علی ندویؒ) کی وفات حسرت آیات پر اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا: مجھے یاد ہے کہ جب انہوں نے تیس سال قبل قطر کا سفر کیا اور وہ ندوہ کے مالی وسائل کی کمی سے پریشان تھے، ان کے بعض دوستوں نے اہم شیوخ اور تاجروں سے ملاقات کی رائے دی تو انہوں نے فرمایا: ہم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے، ہم نے پوچھا کیوں؟ فرمایا: یہ لوگ مریض ہیں، ان کا مرض دنیا کی محبت ہے ہم ان کے معالج ہیں، آخر معالج اپنے مریض کے سامنے ہاتھ پھیلا کر کیسے ان کا علاج کر سکتا ہے؟ ہم نے عرض کیا: اپنے لئے تو آپ مانگ نہیں رہے ہیں، فرمایا: یہ لوگ اس کا فرق نہیں کرتے، وہ ہمیشہ آپ ہی کو دست سوال دراز کرنے والے سمجھتے رہیں گے۔

افسوس! آج معالج خود مرض میں مبتلا ہے، علاج کون کرے؟ کہاں سے زبان میں تاثیر اور دل میں جرأت پیدا ہو؟ اس لئے کہ استغناہی جرأت و بے باکی کی شاہ کلید ہے، جس سے ہمارا دامن خالی ہے: وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے۔

مرسلہ: اے ایل طاہر، کراچی

عند اللّٰہ اتقاکم۔“ (الحجرات:۱۳)

ترجمہ: ”اے لوگو! ہم نے تم کو بنایا
ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں
تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان
ہو، تحقیق عزت اللہ کے یہاں اسی کو بڑی
جس کو ادب بڑا۔“

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف انبیاء کرام یا عقائد کے ساتھ نسبت رکھنے والوں کی جماعتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام لیواؤں کو یہود، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نسبت رکھنے والوں کو نصاریٰ کے علاوہ، صابئین اور مجوس کا تذکرہ فرمایا ہے، مگر یہ کہیں نہیں فرمایا کہ کوئی نبی اپنی جماعت نہیں بنا سکتا اور مسلمانوں کا اپنے آپ کو مسلمان، یہودیوں کا اپنے آپ کو یہودی اور عیسائیوں کا اپنے آپ کو عیسائی کہنا غلط ہے، یا یہ سب کے سب میری جماعت کے افراد ہیں۔

۲:...... اگر مختلف انبیاء کی طرف نسبت رکھنے والوں یا مختلف عقائد والوں کی اپنے اپنے انبیاء و عقائد کی طرف نسبت کرنا غلط ہوتا، یا وہ سب کے سب ایک ہوتے تو حق اور اہل حق، باطل اور اہل باطل سے امتیاز کیسے اور کیونکر ممکن ہوتا؟ صرف یہی نہیں، بلکہ پھر تو کسی مسلمان اور مومن کے لئے اپنے آپ کو مسلمان اور مومن کہنا بھی جائز نہ ہوتا، اگر ایسا ہے تو بتلایا جائے کہ یہود و نصاریٰ کے باطل عقائد یا مجوسیوں اور صابئین کی تردید و تغلیط کیسے کی جاسکے گی؟

اسی طرح موصوف کا یہ کہنا کہ ”قادیانیوں اور احمدیوں کو بھی کوئی جماعت نہ قرار دیا جائے“ کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ قادیانیوں کو بھی نعوذ باللہ امت مسلمہ سے الگ ٹولہ ماننے کے قائل نہیں ہیں؟

اگر موصوف انسانوں کی بحیثیت عقائد و ایمانیات، کسی تقسیم کے قائل نہیں ہیں، تو سوال یہ ہے کہ وہ انسانوں کی بحیثیت وطن، قوم اور ملک کے تقسیم کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو کیوں اور کس بنا پر؟ اور اگر جواب نفی میں ہے تو کیا انڈین اور پاکستانی آرمی کی بھی اپنے اپنے ملک کی طرف نسبت جائز نہ ہوگی؟ اگر وہ وطنی، قومی اور ملکی تقسیم کے اعتبار سے امتیاز کے قائل ہیں، تو کیا یہ بھی ملاؤں کی اختراع ہے؟ اس پرچہ کی مزید تفصیلات اور دوسری باتوں کو چھوڑتے ہوئے اب ہم ان کے دوسرے پرچہ کی طرف آتے ہیں۔

۲:...... چنانچہ موصوف نے دوسرے پرچے: ”عالمی امن“ میں جو کچھ ”گوہر افشانی“ کی ہے، وہ پہلے پرچہ کے ”ارشادات“ سے کہیں زیادہ بدبودار ہے، ایسا لگتا ہے کہ علماء سے نفرت و بیزاری ان کی گھٹی میں شامل ہے۔ ہمارے خیال میں اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے، اس لئے کہ جس طرح شپرہ اور چمگادڑ آفتاب اور اس کی روشنی سے نفرت کرتا ہے، ٹھیک اسی طرح جو لوگ جہالت و لاعلمی کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر سیدھے سادے، بھولے بھالے اور کم علم لوگوں کے ایمان و عقائد اور دین مذہب سے کھیلنا چاہتے ہیں، انہیں بھی علم و عمل کے روشن میناروں اور آفتاب و ماہتاب حضرات علماء سے نفرت، عداوت اور دشمنی ہوگی۔ اسی لئے وہ بھی علم کی روشنی سے اسی طرح نفرت و بیزاری کا اظہار کریں گے جس طرح شپرہ اور چمگادڑ دن کی روشنی سے نفرت کرتا ہے، اسی لئے انہوں نے اپنے اس دوسرے پرچے کی ابتدا میں لکھا ہے کہ: ”مولوی عقل کل نہیں ہے“ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ کب اور کس مولوی نے اپنے عقل کل ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ اور کون ان کو عقل کل مانتا ہے؟ کم از کم آج تک ہم نے تو نہیں سنا کہ کسی مولوی نے یہ دعویٰ کیا ہو یا ان کو کسی نے عقل کل کی مسند پر بٹھایا ہو؟ اگر کسی مولوی نے عقل کل ہونے کا دعویٰ کیا ہے، یا کسی مسلمان نے ان کو عقل کل مانا ہے تو اس کا ثبوت پیش فرمایئے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر اس پھبتی کا کیا معنی؟

بہر حال ”مولوی سے عقل کل“ کی نفی کرتے ہوئے اپنے علم و فہم کے مطابق انہوں نے جو کچھ کہا ارباب عقل و دانش کی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”جن پر اللہ مہربانی فرماتے ہیں
انہیں دین کا علم عطا کرتے ہیں، دین کی فہم
ذہن ہے رب کی، جس شخص کو قرآن کی فہم
عطا نہیں ہوئی، ان کا کیا قصور ہے؟“

ابھی ایک سطر قبل تو مولوی کے علم کی تضحیک کی گئی تھی، مگر دوسری سطر میں جب علم کی نسبت اپنی ذات یا غیر مولوی کی طرف کرنے کی نوبت آئی تو وہ ”رب کی ذہن“ کیسے بن گئی؟ کیا مولوی کا علم رب کی ذہن نہیں ہوتا؟ اور اس کا فہم و تدبر اللہ کی عنایت نہیں ہوتا؟ پھر موصوف کا یہ ارشاد بھی کم از کم ہم جیسے عوام کے لئے ناقابل فہم ہے کہ: ”جس شخص کو قرآن کی فہم عطا نہیں ہوئی، ان کا کیا قصور ہے؟“ سوال یہ ہے کہ عدم قصور کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب ہے؟ یا جاہل و لاعلم انسان کی طرف؟ ہر دو صورتوں میں وارد ہونے والے اشکالات کا موصوف کے پاس کیا جواب ہے؟ مثلاً اگر کوئی جاہل و دین دشمن کہے کہ جب مجھے قرآن کی فہم جو رب کی ذہن ہے، عطا نہیں ہوئی اور میں قرآن پر عمل نہیں کرسکا تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ بتلایا جائے کہ اس جاہل اور دین دشمن کے اعتراض کا موصوف کیا جواب دیں گے؟ اسی طرح خدانخواستہ اگر کوئی منکر خدا یہ کہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے دین اور قرآن کی فہم کا علم عطا نہیں کیا تو یہ رب کا قصور ہے، بتلایا جائے کہ موصوف اس کا کیا جواب دیں گے؟

(جاری ہے)

قاری محمد حنیف ہوشیار پوریؒ

مولانا سعید احمد جلال پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ حفظ کے استاذ ومدرس، حضرت مولانا محمد شفیع ہوشیار پوریؒ کے بھتیجے اور فرزند نسبتی، مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری کے برادر نسبتی اور سمدھی، اور ہمارے کرم فرما حضرت مولانا قاری محمد حنیف ہوشیار پوریؒ چند دن علیل رہنے کے بعد ۸/ اکتوبر ۲۰۰۸ء بروز بدھ صبح اذان ہسپتال کراچی میں رحلت فرمائے عالم آخرت ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے آباؤاجداد کا تعلق متحدہ ہندوستان کے مردم خیز ضلع ہوشیار پور سے تھا، قیام پاکستان کے بعد ابتداء میں آپ کے والدین چک ۵ کسی تحصیل کبیر والا میں قیام پذیر ہوئے، اسی دوران یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء کو آپ نے اپنے والد ماجد جناب رحمت اللہ صاحب کے گھر میں آنکھ کھولی،... تاہم بعد میں آپ کے گھر والوں نے چک ۵ کسی سے ملتان شریف پورہ نقل مکانی کرلی اور ملتان ہی آپ کا وطن مالوف قرار پایا،...

چونکہ گھر کا ماحول دینی اور علمی تھا، اس لئے آپ کو اپنے سگے چچا حضرت مولانا محمد شفیع ہوشیار پوری کی تربیت میں دے دیا گیا، چنانچہ موصوف نے اپنے چچا جان حضرت مولانا محمد شفیعؒ کی زیر سرپرستی مدرسہ احیاء العلوم ماموں کانجن فیصل آباد میں جناب قاری عبدالرحمٰنؒ سے حفظ قرآن مکمل کیا، ابتدائی کتب مدرسہ احیاء العلوم ماموں کانجن میں پڑھیں، کچھ عرصہ دارالعلوم کبیر والا میں بھی زیر تعلیم رہے۔

درس نظامی کی تکمیل اور دورۂ حدیث کے لئے آپ نے جامعہ خیرالمدارس ملتان کا رخ کیا اور ۱۹۷۸ء میں خیرالمدارس ملتان سے دورہ حدیث پڑھ کر فاتحہ فراغ پڑھا، دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد مجود قرأت حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی کی خدمت میں رہ کر دو سال میں قرأت عشرہ کی تکمیل فرمائی، تکمیل قرأت کے بعد آپ اپنے استاذ اور مجود قرأت حضرت قاری رحیم بخشؒ کے حکم پر ۱۹۸۰ء سے دارالعلوم کراچی کے شعبہ حفظ سے وابستہ ہوگئے اور ترقی کرتے کرتے درجہ حفظ وقرأت کے صدر مدرس بن گئے اور تقریباً ۲۹ سال تک قرآن کریم کی خدمت انجام دی، درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ مختلف مساجد میں خطبہ جمعہ کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔

سلوک واحسان اور اصلاح وارشاد میں آپ حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب صدر مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان سے بیعت تھے۔

جناب قاری صاحب نیک دل اور خدا ترس انسان تھے، اساتذہ اور مشائخ کا ادب واحترام ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اپنے استاذ حضرت قاری رحیم بخشؒ پانی پتی کی زندگی میں اپنے تمام معاملات ان کے حوالے کر رکھے تھے، حضرت قاری رحیم بخش صاحب کی رحلت کے بعد اپنی ناسازیٔ طبع اور آب وہوا کی ناموافقت کے باعث انہوں نے طے کیا کہ دارالعلوم کراچی سے اجازت لے کر واپس ملتان کا رخ کیا جائے، چنانچہ انہوں نے کراچی سے ملتان منتقل ہونے کا تہیہ اور پختہ ارادہ کرلیا، احباب نے منع بھی کیا مگر چنداں ارادہ بدلنے پر آمادہ نہ ہوئے، اسی دوران آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت قاری رحیم بخشؒ تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں: ''بیٹا! میں نے آپ کو دارالعلوم کراچی میں بٹھایا ہے، وہاں سے نہ جانا'' چنانچہ اس خواب کے بعد آپ نے اپنا فیصلہ تبدیل کردیا اور تادم واپسیں دارالعلوم ہی سے وابستہ رہے۔

حضرت قاری صاحب کو کئی سالوں سے عارضہ قلب کی شکایت تھی، جب تکلیف بڑھی تو ۱۹۹۷ء میں آپ کا بائی پاس آپریشن کرایا گیا، کسی حد تک صحت یاب ہوگئے تو خدمت قرآن کی ذمہ داری بحسن وخوبی نبھانے لگے۔

درس وتدریس کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ آپ ذاکر وشاغل بھی تھے، حرمین کے ساتھ والہانہ تعلق تھا، چنانچہ دو بار حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی اور متعدد بار عمروں کے شرف سے مشرف ہوئے اور اب آخری چند سالوں سے تو باقاعدگی کے ساتھ رمضان کے عمرہ کا معمول تھا۔

امسال بھی بیماری، کمزوری، نقاہت کے باوجود پورا رمضان شریف حرمین شریفین میں گزارا، سفر عمرہ کے دوران ہی دوبارہ دل کی تکلیف ہوگئی، کمزوری، ضعف اور نقاہت انتہا کو پہنچ گئی، مگر بایں ہمہ آپ نے رمضان کے معمولات پورے فرمائے، ان

کے رفقاء، جناب مولانا قاری محمد عبدالملک صاحب استاذ دارالعلوم کراچی اور جناب بھائی بشیر صاحب نے ان کی خوب خدمت کی، چنانچہ بھائی بشیر صاحب ہی ان کی وہیل چیئر چلا کر ان کو مسجد نبوی اور مواجہ شریف پر لے جاتے، عمرہ سے واپسی پر طبیعت مزید بگڑ گئی، ہسپتال میں داخل کیا گیا اور تقریباً دو دن ہسپتال میں رہنے کے بعد راہی عالم آخرت ہوگئے۔ پسماندگان میں والدہ ماجدہ، چار بھائی، ایک بہن، بیوہ، پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں، دو بیٹیاں شادی شدہ ہیں جبکہ دوسرے تمام بچے غیر شادی شدہ اور زیر تعلیم ہیں، افسوس کہ ان کی رحلت کے بعد ان کی اہلیہ بھی بہت جلد ان سے جا ملیں، چنانچہ مرحومہ کی ابھی عدت ہی پوری نہ ہوئی تھی کہ ان کو بھی داعی اجل کا بلاوا آ گیا اور وہ اپنے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو چھوڑ کر آخرت کو سدھار گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ کے بندوں کی مختلف شانیں ہوتی ہیں، کسی کو اللہ تعالیٰ شہرت و عظمت کی بلندیوں پر فائز فرماتے ہیں تو کوئی گوشہ گمنامی میں زندگی گزار کر راہی آخرت ہو جاتا ہے، کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو دنیا و آخرت کی سروری و سربلندی کا اعزاز نصیب ہوتا ہے اور ان سب سے مختلف بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا دنیا میں تو چنداں تعارف نہیں ہوتا مگر عنداللہ وہ بہت ہی اونچے مقام پر فائز ہوتے ہیں، حدیث شریف میں ایسے ہی افراد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لائق رشک قرار دیا ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے دوستوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ لائق رشک وہ مومن ہے، جس کی کمر... زیادہ اہل وعیال اور دنیا کے زیادہ کاروبار کے بوجھ سے... ہلکی پھلکی ہو، نماز سے بڑا حصہ رکھتا ہو، اپنے رب کی خوب عبادت کرے، اور تنہائی میں اس کی فرماں برداری کرے، لوگوں میں گمنام ہو کہ اس کی طرف انگلیاں نہ اٹھتی ہوں اور اس کی روزی بقدر کفایت ہو، پس وہ اس پر صبر کرے، یہ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹکی بجائی اور فرمایا: اس کی موت جلدی آ جائے، اس پر رونے والیاں بھی کم ہوں اور اس کی وراثت بھی کم ہو۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۵۸)

یوں تو اس حدیث کا مصداق ہر وہ مسلمان ہے جو بغیر کسی نام نمود اور شہرت و دکھلاوے کے اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق کسی دور دراز جنگل، دیہات، بستی، قریہ اور شہر میں رضائے الٰہی کو مقصد بنائے اشاعت دین اور خدمت علم میں مصروف ہو۔

لیکن اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جو لوگ اپنی دینی، علمی، تحقیقی صلاحیتوں کے باوجود اپنے اساتذہ، مشائخ، بزرگوں اور اکابر کی خواہش، منشا اور حکم کی لاج رکھتے ہوئے مشکلات، مصائب اور تکالیف کے باوجود کسی ایسی جگہ جم کر بیٹھ جائیں جہاں ان کے اساتذہ اور اکابر نے بٹھایا تھا اور دنیاوی آسائشوں اور جسمانی راحتوں کو قربان کر کے دین و مذہب علم و عمل اور درس و تدریس کو زندگی بھر کا اوڑھنا بچھونا بنا کر اپنے کام میں لگے رہیں۔

دیکھا جائے تو اس اعتبار سے مولانا قاری محمد حنیف ہوشیار پوری قدس سرہ بھی اسی گروہ اور جماعت کے رکن رکین اور فرد فرید نظر آتے ہیں، چنانچہ ان کے اساتذہ نے ان کو جہاں بٹھایا، بیٹھ گئے، انہوں نے جس کام پر لگایا، لگ گئے اور زندگی بھر کے لئے حفظ و قرأت کی درس گاہ سے ایسا مضبوط رشتہ گانٹھا کہ درس گاہ کے ہو کر رہ گئے، چنانچہ بیرونی ماحول اور دنیا کی چمک دمک سے یکسر بے گانہ ہو کر اپنے کام میں لگے رہے۔

شروع شروع میں راقم الحروف کی حضرت قاری صاحب قدس سرہ سے چنداں آشنائی نہ تھی، بس اتنا تعارف تھا کہ یہ حضرت مولانا محمد شفیع ہوشیار پوریؒ کے بھتیجے، داماد، دارالعلوم کراچی کے استاذ اور ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں، اس لئے سر راہ ان سے سرسری ملاقات ہو جاتی اور بس! مگر جب ان کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں آنا جانا بڑھا اور ملاقاتیں ہونے لگیں تو ان کی شخصیت، نیکی، تقویٰ، شرافت، دیانت، خدا خوفی اور فکر آخرت سے پردہ اٹھنے لگا۔

ابتداً میں جناب قاری صاحب دفتر تشریف لاتے، کچھ دیر بیٹھتے، اپنا متعلقہ کام نمٹاتے ہفت روزہ ختم نبوت یا کوئی دوسرا نیا مطبوعہ لٹریچر یا رسالہ انہیں پیش کیا جاتا اور وہ مختصر سی ملاقات کر کے تشریف لے جاتے۔ ان کی اس آمد و رفت کو ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ احباب نے بتلایا کہ حضرت قاری صاحب نے اپنی اور اپنے تمام بچوں کی جانب سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے فنڈ کے لئے ماہانہ کچھ رقم دینے کی ترتیب بنا رکھی ہے اور اس کی ادائیگی کے لئے وہ تشریف لاتے ہیں، اگر کسی ماہ وہ خود نہ آ سکیں تو کسی کو بھیج کر یہ فرض نبھاتے ہیں یا پھر اگلے ماہ اس کی تلافی کرتے ہیں۔

بلا مبالغہ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کے ساتھ ان کی اس قدر والہانہ وابستگی کا سن کر میرے دل میں ان کی نہ صرف قدر و منزلت بڑھ گئی بلکہ ان کے لئے محبت و عقیدت کے جذبات پیدا ہو گئے اور اب راقم ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و

ناموس اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں فکرمندی کے باعث سچا عاشق رسول باور کرتے ہوئے ان کی قدر افزائی کرنے لگا، دوسری جانب وہ بھی اس نابکار سے لطف ومہربانی کا معاملہ کرنے لگے۔

آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس مہنگائی کے دور میں درجہ قرآن کا مدرس ہر ماہ اپنی اپنے بچوں اور تمام گھر والوں کی جانب سے شفاعت نبوی کے حصول کے لئے ایک مناسب رقم ختم نبوت کے فنڈ میں جمع کرائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور والہانہ عقیدت کے بغیر ناممکن ہے۔

اس کے بعد حضرت قاری صاحبؒ سے حرمین میں بھی ملاقاتیں رہیں، ہم نے انہیں ہمیشہ ذاکر و شاغل اور تلاوت کرتے ہوئے پایا، وہ نہایت ہی کم گو تھے، اپنے کام سے کام رکھتے تھے اور اکابر و اسلاف کے قدردان تھے۔

ایک دن دفتر تشریف لائے بعد فرمایا کہ میری بیٹی کا فلاں تاریخ کو عقد نکاح ہے اور میری خواہش ہے کہ آپ ہی اس کا نکاح پڑھائیں، راقم الحروف نے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا کہ ایک تو آپ کا گھر دور ہے اور دوسرے دارالعلوم میں اکابر و اساطین علم وفضل موجود ہیں، ان کی موجودگی میں میرا وہاں جانا کوئی حقیقت نہیں رکھتا، اس پر انہوں نے فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ میں تو حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی نسبت سے آپ سے محبت رکھتا ہوں، اس لئے یہ درخواست کی ہے، اس کے علاوہ جہاں تک دارالعلوم کے اکابرین کا تعلق ہے ان دنوں میں حضرات اکابرین میں سے شاید کوئی مدرسہ میں نہ ہوگا۔ بہرحال ان کی اس محبت کے سامنے میں نے ہتھیار ڈالتے ہوئے نکاح کی تقریب میں حاضری اور نکاح پڑھانے کی حامی بھرلی۔

افسوس کہ ایسے اصحاب علم وفضل رفتہ رفتہ اٹھتے چلے جارہے ہیں اور میدان خالی ہوتا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کے معصوم بچوں کی کفایت و کفالت فرمائے اور ماں باپ دونوں کے ایک دم اٹھ جانے سے ان کو جو صدمہ ہوا ہے اس کو جھیلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو اپنے ماں باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قارئین ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ اس عاشق رسول اور خادم قرآن کو اپنی دعاؤں اور ایصال ثواب میں فراموش نہ فرماویں۔

اے اللہ! حضرت قاری صاحب اور ان کی اہلیہ مرحومہ کی مغفرت فرما، ان کے درجات کو بلند فرما، اور ان کے بچوں کو ان کے بعد کسی فتنہ اور آزمائش میں مبتلا نہ فرما اور ان کو اپنے والدین کی برکات سے محروم نہ فرما۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین۔ ☆......☆

جدید ایڈیشن

تذکرہ مجاہدین ختم نبوت
اور
قادیانیوں کے عبرت انگیز واقعات

جمع وترتیب: شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا

☆ اولیاء اللہ کے وجد آفرین واقعات جنہوں نے اپنی بصیرت وکشف کے ذریعے امت مسلمہ کو فتنہ قادیانیت کی زہرناکیوں سے محفوظ و مامون رکھا۔ ☆ دلیر اور دلاور ماؤں کے تذکرے، جنہوں نے آمنہؓ کے لال کی عزت وناموس کی حفاظت کے لئے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اپنی ممتا کے ہاتھوں ہار پہنا کر سوئے مقتل روانہ کیا۔ ☆ آتش نوا اور جہاد پرور خطیبوں کی باتیں جنہوں نے دلوں کے سمندروں میں طغیانی بپا کردی۔ ☆ جیالے، جری اور کڑیل جوانوں کی روشن حکایات جنہوں نے خونِ دل دے کر ختم نبوت کے چراغ کو فروزاں رکھا۔ ☆ پیران عظام اور علمائے حق کی ولولہ انگیز داستانیں جنہوں نے خانقاہیں چھوڑ کر اور شمشیر جہاد لہرا کر مجاہد اعظم ختم نبوت سیدنا صدیق اکبرؓ کی سنت کو زندہ وتابندہ رکھا۔ ☆ شیر دل اسیران تحریک ختم نبوت کے پرسوز اور رقت انگیز واقعات جنہوں نے وفائے محبوبؐ کے جرم میں پس دیوار زنداں سنت یوسفؑ ادا کی۔ ☆ مسیلمہ کذاب کی اولاد خبیثہ کی ٹھکائی۔ ☆ منافقوں کے چہروں سے نقاب کشائی۔ ☆ غداران ملت کی رازافشائی۔ ☆ مرزائی نوازوں کی تاریخ کے کٹہرے میں رونمائی۔ ☆ اور گورے انگریز کے جانشین کالے انگریزوں کی شناخت پریڈ۔

قیمت: 200 روپے

علماء، طلبا اور مبلغین ختم نبوت کے لئے خصوصی رعایت

اسٹاکسٹ: مکتبہ لدھیانوی ۱۸ اسلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن کراچی 0321-2115595

اصلاح قلب کامیابی کی ضمانت

سیّد کمال اللہ بختیاری

قلب کی اہمیت:

انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے: ایک اس کا ظاہری ڈھانچہ ہے‘ جیسے ہاتھ‘ پیر‘ ناک‘ کان وغیرہ‘ دوسرا اس ظاہری ڈھانچے میں دماغ اور ایک باطنی سانچہ ہے جسے قلب اور دل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہاں قلب کو مرکزی حیثیت دی جارہی ہے‘ اس لئے دماغ پر تفصیل نہیں ہے۔ درحقیقت بدن انسانی میں دل ہی ایک ایسا گوشت کا لوتھڑا ہے جو تمام دینی و دنیاوی امور میں محور کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی کا سارے جوارح پر کنٹرول چلتا ہے‘ جس کو قلب کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں بھی یہی بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے:

”آدمی کے بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے‘ جب وہ درست ہوجاتا ہے تو تمام بدن درست ہوجاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے‘ سن لو وہ دل ہے۔“ (الحدیث)

طبی لحاظ سے بھی اس بات کی تحقیق وتصدیق ہوچکی ہے کہ دل کی سلامتی وحفاظت ہی میں انسان کی زندگی مضمر ہے۔ اس حدیث پاک سے بھی دل کی مرکزیت پر دلیل ملتی ہے:

”ان اللہ لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم“ (الحدیث)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا‘ لیکن وہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتا ہے۔“ یعنی دلوں کی کیفیات واعمال کی نیت کو دیکھتا ہے۔ ارشاد ربانی بھی یہی ہے:

”اس دن (قیامت) مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس سلامت قلب لے کر آئے۔“ (سورۂ شعراء:۸۹،۸۸)

خلاصہ کلام یہ کہ اسلام کا انحصار اور سارے اعمال کا دارومدار اس قلب پر ہے‘ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ تقویٰ و پرہیزگاری‘ اخلاص و توکل‘ خشیت الٰہی وخوف خداوندی‘ دیانتداری وامانتداری غرضیکہ تمام امور دینیہ کا تعلق اسی قلب سے ہے۔

کیفیات قلب:

اس قلب کی کیفیات ہیں‘ ان کیفیات کے مدارج ومراتب ہیں‘ دل کی ایک عموی کیفیت ہے‘ جسے عرف عام میں ضمیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ضمیر:

اس کا ذکر قرآن وحدیث میں اس طرح آیا ہے:

”بل الانسان علی نفسہ بصیراً ولو القیٰ معاذیرہ.“

ترجمہ: ”انسان خود اپنے آپ پر آگاہ ہوتا ہے‘ اگرچہ زبان سے عذر خواہی کرتا ہے۔“

”کل مولود یولد علی الفطرۃ۔“ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ”ہر وہ بچہ جو دنیا میں پیدا ہوتا ہے‘ وہ فطرت سلیمہ اسلام (اور ضمیر) کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔“

محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ یہ فطرت بلاتفریق ہر بچے میں موجود ہوتی ہے۔ ضمیر کے معنی لغت میں چھپے ہوئے کے ہیں‘ یعنی وہ کیفیت جو دل میں چھپی ہوئی ہے۔ ضمیر کی آواز کبھی بھی انسان کو برائی وبدی کی طرف نہیں لے جاتی بلکہ ہمیشہ انسان کو اس رستے سے روکتی اور منع کرتی رہتی ہے اور اس راستے کے نقصانات ومضرات سے آگاہ کرتی رہتی ہے۔ یہ کیفیت عموی ہے جو ہر شخص کی ملکیت ہے۔ فلاسفہ‘ شعراء‘ ادباء نے ضمیر کو ایک مستقل شے کے طور پر پیش کیا ہے۔ درحقیقت ضمیر کوئی الگ شے نہیں‘ بلکہ قلب ہی کی ایک عموی کیفیت کا نام ہے۔ جبلی صلاحیت فطری قوت کا بھی نام ضمیر ہے۔

مندرجہ ذیل حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے:

”اپنے دل سے پوچھو نیکی وہ ہے‘ جس پر تمہارا قلب یعنی ضمیر مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور جس میں تردد ہو خواہ لوگ فتویٰ دیتے رہیں۔“ (احمد‘ ترمذی‘ دارمی)

قرآن کریم و حدیث شریف کے ان استدلالات سے یہ بات وثوق کے درجے میں ثابت ہوگئی کہ ضمیر کسے کہا جاتا ہے۔

روح و نفس:

اسی طرح قلب کی ایک کیفیت کا نام ہے جسے نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کے تین مراتب ہیں جو قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت ہیں: لفظ نفس بہت سے معنوں میں استعمال ہوا ہے' کہیں ذات کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے و لا تدری نفس بای ارض تموت' کہیں قلب' علم اور عقل کے معنوں میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے۔ غرضیکہ انسان کے ظاہری و باطنی دونوں پہلوؤں پر اس کا استعمال ہوا ہے۔ درحقیقت نفس اپنے مراتب و مدارج کے ساتھ قلب کی کیفیات اور اس کے شعبہ جات ہی میں سے ہے' اس طرح انسان کے باطن میں دو چیزیں ہوئیں: ایک نفس' ایک روح' روح کا تعلق فرشتوں (ملائکہ) سے اور فرشتوں کا تعلق جنت سے ہے۔ نفس (امارہ) کا تعلق شیاطین سے اور شیاطین کا تعلق دوزخ سے ہے' نفس و روح کی ایک کشمکش جاری ہے۔

نفس امارہ اصل میں مرکز شر کا نام ہے' اس کے شر کی تمام قوتیں اس میں مجتمع ہیں اور روح مرکز خیر کا نام ہے' اگر نفس غالب ہو جائے اور روح مغلوب ہو جائے تو نفس شیطان کے ساتھ مل کر انسان کی طبعی زندگی کو غارت کر دیتا ہے' یہی تباہی و بربادی عالم مابعد الطبع میں عذاب بن جاتی ہے۔

اس کے برعکس اگر روح غالب آ جائے تو نفس روح کے تابع ہو کر کنٹرول میں ہو جاتا ہے' پھر انسان کی زندگی کامیاب و کامران ہو جاتی ہے' اللہ تعالیٰ نے فطرت انسان میں دونوں قسم (اعلیٰ و ادنیٰ) رکھے ہیں' اس لئے کہ دنیا امتحان کی جگہ ہے' جذبات عالیہ و صالحہ غور و فکر' حفظ و نگہداشت کے محتاج ہیں' ان کی نشو و نما کے لئے محنت و ریاضت کی ضرورت ہے' تب جا کر انسان کو معرفت الٰہی و حق شناسی نصیب ہوتی ہے' اس کے برخلاف سفلی اور ادنیٰ جذبات شہوانی و خواہشات حیوانی خود بخود آسودگی و بالیدگی ذائقہ و مزہ حاصل کر لیتے ہیں بلکہ ہمہ وقت انہی کے حصول کے چکر میں سرگرداں و پریشان رہتے ہیں' انسان کو ان کے تعاون کے سلسلے میں محنت تو درکنار تھوڑی بہت کوشش کی بھی نوبت نہیں آتی' اس کی مثال اس طرح ہے کہ جس طرح اناج و غلہ پھول و پھل کی دستیابی و حصولیابی کے لئے تخم ریزی و آبیاری کی ضرورت ہوتی ہے' اس کے برخلاف گھاس پھوس کے لئے کسی محنت و مشقت کی ضرورت نہیں پڑتی وہ اپنے آپ اگ جاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان میں جذبہ حیوانی و جذبہ ملکوتی دونوں رکھے ہیں۔ اس حیثیت سے انسان کو دونوں پر اختیار دیا گیا ہے۔ اس آیت سے یہی بات واضح طور سے معلوم ہوتی ہے:

"اور انسان اور اس کی ذات کی قسم
جس نے اس کو درست کیا پھر اس کو
(بدکاری و پرہیزگاری دونوں) جس نے
اپنی روح کو پاک کیا وہ مراد کو پہنچا اور جس
نے آلودہ کیا گھاٹے میں رہا۔" (القرآن)

نفس کی تین حالتوں کو تفصیل سے پیش کیا جاتا ہے:

نفس امارہ:

سوء معرفت' سوء رسم اور سوء طبع اور اتباع شیطان کی بنا پر انسان کا نفس' نفس امارہ بن جاتا ہے' جس کی وجہ سے انسان' انسان نہیں حیوان بن جاتا ہے' بسا اوقات حیوان سے بدتر خود شیطان بن جاتا ہے اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے۔

سوء معرفت:

سوء معرفت یہ ہے کہ عقل و ضمیر' قلب و نظر سے فائدہ نہ اٹھائے اور حقائق زندگی و کوائف زمانی و مکانی سے تجربہ نہ حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ارد گرد رونما ہونے والے واقعات و حادثات' انقلابات و حالات پر غور و فکر سے کام نہ لے تو خواہشات نفسانی و حیوانی میں الجھ کر نعمت معرفت و دولت حقیقت سے دور ہو جاتی ہے۔ انسان خدا کی وحدانیت و دین کی حقانیت سے محروم ہو جاتا ہے' اسی لئے قرآن کریم میں بار بار کائنات و حالات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

سوء رسم:

سوء رسم یہ ہے کہ انسان سماجی' تہذیبی' تمدنی' خاندانی' رواجی و ماحولیاتی اثرات و عادات میں ملوث ہو جاتا ہے' جس کی وجہ سے سنتوں سے دوری' دین قیم سے مجبوری' صراط مستقیم سے بیزاری محسوس کرنے لگتا ہے' اس کے برعکس بدعات و خرافات اور سماج و رواج کے بے جا و بے بنیاد نظریات و تصورات میں اس قدر پھنس جاتا ہے کہ نکلنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے' ہم مسلمانوں کی اکثریت اس کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

سوء طبع:

سوء طبع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو فطری و جبلی خیر کی صلاحیت ودیعت کی ہے' اگر استعمال نہ کرے' ضمیر کی آواز پر لبیک نہ کہے تو انسان کی طبیعت میں جو نیکی و بھلائی ہے' ختم ہو جاتی ہے۔ سوء رسم و سوء معرفت کے نتیجے میں منکرات و ممنوعات میں گرفتار ہو جاتا ہے' خواہشات و جذبات میں اس قدر جڑ پکڑ جاتا ہے کہ شیطان کے زوردار حملوں اور چالوں کا بھی شکار ہو جاتا ہے۔

اب انسان کا کام ہے کہ ان تینوں کا علاج کرے اور شیطان سے اپنے دامن کو بچائے' اس لئے کہ انہیں کی وجہ سے نفس امارہ کو تقویت ملتی ہے اور نفس امارہ شرک' کفر' حسد' غیبت' سود' جوا' زنا' مکر و فریب میں تشکیل دیتا ہے' اس لئے کہ نفس امارہ رذائل کی

رف جلد لپکتا ہے' لذائذ جسمانی وفوائد دنیاوی سے بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور انسان کو فوراً گناہ پر آمادہ کر لیتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فطری خوبی وجبلی اچھائی کو پہچاننے اور بروئے کار لانے کی کوشش کرے' جو ان تین چیزوں اور پھر شیطان کی وجہ سے دبی دبی سی رہ جاتی ہیں' اگر انسان زندگی کی سچائیوں کو پہچان لیتا ہے' خالق ومخلوق کے رشتے کو جان لیتا ہے' آنے والی زندگی کے انجام پر غور وفکر سے کام لیتا ہے' بُری رسموں' روایتوں' رواجوں' عادتوں سے اپنے آپ کو بچاتا ہے تو اس کو خیر وشر میں تمیز کرنے والی ایک حس' نیکی وبدی میں فرق کرنے والی ایک فکر ملتی ہے' جس کی بدولت وہ شر سے دور اور خیر سے قریب ہو جاتا ہے۔ انسان کا نفس' نفس امارہ انسان کے اس اقدام سے گھبرا کر سنبھلنے لگتا ہے اور ضمیر کی آواز کو دبانے سے عاجز ہو جاتا ہے' انسان اگر اس کے خلاف محاذ آرائی جاری رکھتا ہے تو نفس امارہ بدل کر نفس لوامہ بن جاتا ہے۔

نفس لوامہ:

ارشاد ربانی ہے:

اللہ تعالیٰ انسان پر اس کی صلاحیت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا' یعنی مکلف نہیں بناتا' تمام معروفات ومنکرات کے احکامات عین فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔

عزم وہمت ہو اگر انسان میں ہے عبث اس کیلئے لفظ محال
کتنا اچھا ہو کہ ہم قائم کریں بزم ہستی میں کوئی روشن مثال

نفس امارہ کے ختم ہونے پر روح غالب ہونے لگتی ہے اور ملکوتی طاقتیں انسان کے حق میں معاون و مددگار کام کرنے لگتی ہیں۔ نفس لوامہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب بھی نفس امارہ کا شکار ہونے لگتا ہے تو نفس لوامہ شکار ہونے سے بچالیتا ہے اور ضمیر کی آواز کو سننے اور ہمہ وقت اس پر عمل کرانے پر مصر ہو جاتا ہے۔ نفس لوامہ کی وجہ سے دل ودماغ پر ہر طرح کے فکری ونظریاتی انتشار وخلفشار سے اور جوارح ہر طرح کی بے اعتدالیوں و ناہمواریوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اس باطنی پاکی وصفائی کا اثر اس کے ظاہر پر نمایاں ہونے لگتا ہے' اعضاء وجوارح صحیح سمت پر کام کرنے لگتے ہیں۔ شیطانی طاقتیں اور نفس امارہ کی قوتیں انسان کے آگے ہتھیار ڈال دیتی ہیں۔ دراصل عبادت وریاضت' تقویٰ وپرہیزگاری' خشیت الٰہی وخوف خداوندی' اخلاق کی غرض وغایت بھی یہی ہے۔ اس کے بعد انسان کا نفس' نفس مطمئنہ بن جاتا ہے یعنی نفس روح کے مطابق وموافق ہو جاتا ہے۔

نفس مطمئنہ:

باطنی کشمکش دور ہو کر نفس و روح میں کلی مصالحت ہو جاتی ہے' نفس مطمئنہ اور روح ایک ہو جاتی ہیں۔ نفس روح کے تابع ہو کر روح کی سرپرستی ورہنمائی قبول کر لیتا ہے۔ اس طرح انسان اللہ کی امر ونہی کے ادا کرنے میں سکون قلب حاصل کرتا ہے۔ عبادت وعبودت' بندگی وتابعداری کا پیکر بن جاتا ہے۔ شیطانی حملے نفس امارہ کے حربے' سماج ورواج کے طور طریقے' بدعات وخرافات کے راستے انسان سے اتنی دور ہو جاتے ہیں کہ ان کے منحوس سائے بھی انسان پر نہیں پڑتے۔ اس حال میں انسان کو ایمان و اطمینان' سکون وچین نصیب ہوتا ہے' فرحت ومسرت سے انسان کا رشتہ مضبوط ہو جاتا ہے' کسی کا ڈر کسی کا خوف غرضیکہ دنیاوی پریشانی وبے چینی کے ختم ہونے سے اخروی زندگی کی خوشی وشادمانی کا مزہ انسان اسی زندگی میں چکھنے لگتا ہے۔ اسلام کا معیار ایمانی بھی یہی ہے۔ اس حال میں پیغام خداوندی انسان کا ان الفاظ میں استقبال کرتا ہے:

''اے نفس مطمئن چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ (تو اپنے نیک انجام سے) خوش اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ ومحبوب ہے۔'' (الفجر)

قرآن مجید کی تمام آیتوں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اکابرامت وصلحاء کی حکایتوں میں یہی معیار ایمانی ودینی کارفرما نظر آتا ہے۔

☆☆......☆☆

دس نصیحتیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی' فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ کبھی کو شریک نہ کرو' اگرچہ تم کو قتل کردیا جائے یا جلادیا جائے' (۲) ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو' اگرچہ وہ تم کو حکم دیں کہ اہل وعیال اور مال ومنال کو چھوڑ کر نکل جاؤ' (۳) کبھی ایک نماز بھی قصداً نہ چھوڑو کیونکہ جس نے ایک فرض نماز بھی چھوڑ دی' اس کے لئے اللہ کا عہد اور ذمہ نہیں رہا' (۴) ہرگز شراب نہ پیؤ' کیونکہ شراب نوشی سارے فواحش کی جڑ وبنیاد ہے' (۵) ہر گناہ سے بچو' کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ نازل ہوتا ہے' (۶) جہاد کے معرکے سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو' اگرچہ کشتوں کے پشتے لگ رہے ہوں' (۷) اور جب تم کسی جگہ پر لوگوں کے ساتھ رہتے ہو اور وہاں کسی وبائی مرض کی وجہ سے موت کا بازار گرم ہو جائے تو تم وہیں جمے رہو جان بچانے کے خیال سے وہاں سے مت بھاگو' (۸) اپنے اہل وعیال پر اپنی استطاعت اور حیثیت کے مطابق خرچ کرو نہ بخل سے کام لو کہ پیسہ پاس ہوتے ہوئے ان کو تکلیف ہو اور نہ خرچ کرنے میں اپنی حیثیت سے آگے بڑھو' (۹) اور ادب سکھانے کے لئے ان پر حسب ضرورت ومواقع سختی بھی کیا کرو' (۱۰) اور ان کو اللہ سے ڈرایا بھی کرو۔

(الحدیث)

مولانا حسین احمد حقانی رحمۃ اللہ علیہ

مختصر سوانح حیات

مولانا حسین احمد حقانی ؒ ضلع سوات (شانگلہ) علاقہ دندئی گاؤں تختہ میں ۱۹۴۶ء میں پیدا ہوئے، آپ کا خاندان صدیوں سے ایک علمی خاندان چلا آرہا ہے، والد ماجد حضرت مولانا حسن المآبؒ عرف حاجی بابا ایک بلند پایہ عالم اور صوفی بزرگ تھے، جنہوں نے سمرقند و بخارا کے مشہور علمی مراکز سے فیض حاصل کیا تھا، ابتدائی کتابیں اپنے والد حضرت حاجی باباؒ سے چارسدہ ابراہیم زئی میں پڑھیں بعض چھوٹی کتابیں اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالقادر سے پڑھیں، چونکہ مولانا حقانیؒ کے بڑے بھائی مولانا عبدالقادر پہلے سے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں زیر تعلیم تھے، جب آخری تین سال باقی تھے تو مولانا حقانی کو بھی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرتؒ نے شفقت فرمائی اور نو سال دارالعلوم میں ایسے گزارے کہ جس پر رشک کیا جانے لگا، حضرت شیخ الحدیث کی ایسی بے لوث خدمت کی کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ’’میرے چار بیٹے ہیں اور پانچواں حسین احمد ہے۔‘‘

آپؒ کے اساتذہ کرام میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، مولانا عبدالحلیم زروبی، مولانا عبدالغفور، مولانا عبدالحلیم کوہستانی، مولانا مفتی یوسف بونیری، مولانا جلال الخالق، مولانا محمود الحسن میروی فاضل دیوبند قابل ذکر ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ممتاز علماء کرام سے فیض حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۵ء میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی۔

حضرت حقانی کسی ذاتی کام سے کراچی تشریف لائے تو ایک دینی ادارے کی طرف سے از خود تدریس کی پیشکش ہوئی، حضرت مولانا نے تدریس کا آغاز فرمایا، تبلیغی کالج بلدیہ ٹاؤن میں صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے، بے حد مصروفیات

مولانا مفتی فیض الحق، کراچی

کے باوجود مولوی فاضل کے امتحان میں کراچی سے اعلیٰ پوزیشن حاصل کرلی، رحمانی مسجد سوات کالونی میں تاحیات خطیب وامام رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حضرت مفتی نظام الدین شامزئیؒ مولانا اسفندیار خان کے مدرسہ واقع بکرا پیڑی میں شرح جامی کے طالب علم تھے، کسی تحریک کے دوران اسباق میں تعطل رہا تو مفتی شامزئیؒ نے حضرت حقانیؒ سے شرح جامی کے اسباق پڑھے۔ حضرت مولانا حسین احمد حقانی ابتداء ہی سے جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے۔

تحریک ختم نبوت میں بھی آپ کا مجاہدانہ کردار تھا، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے حکم پر ہزارہ، بگرام، الائی اور شانگلہ کا طوفانی دورہ کیا، ان علاقوں کے علماء کو تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں سرگرم کرنے میں حضرت حقانیؒ کا بنیادی کردار تھا، اس تحریک کے سلسلے میں کراچی کی لانڈھی جیل میں دو ماہ اور سینٹرل جیل میں ایک ماہ قید رہے۔

حضرت حقانیؒ چونکہ خیبر اسکول میں ٹیچر تھے بلدیہ ٹاؤن میں کوئی دینی ادارہ موجود نہیں تھا، چاندنی چوک سعید آباد سیکٹر ۵ جے بلدیہ ٹاؤن کے علاقے کے معززین حاجی عبدالقیوم دیشانی، مولانا مظہر الحق، حاجی رحیم داد وغیرہ بار بار اصرار کرتے رہے، جرگے کی صورت میں حضرت حقانی کے پاس سوات کالونی گئے کہ آپ کے لئے بلال مسجد کے پاس مدرسہ بناتے ہیں، آپ اس کو سنبھال لیں، لیکن حضرت مسلسل انکار کرتے رہے بالآخر انہوں نے کہا کہ اس جگہ پر دوسرے مسلک کے لوگ قبضہ کرلیں گے، اس کے بعد حضرت راضی ہوئے اور ۱۹۸۴ء میں بسم اللہ کرکے بلدیہ ٹاؤن میں پہلے دینی ادارے کی بنیاد رکھی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے مدرسہ کا نام ’’دارالعلوم تعلیم القرآن حقانیہ‘‘ تجویز کیا جو آگے چل کر جامعہ حقانیہ کے نام سے مشہور ہوگیا۔ الحمدللہ! حضرتؒ کے اخلاص، محنت سے جامعہ نے ترقی کی منازل طے کیں، بنین کا شعبہ موقوف علیہ تک، بنات کے شعبہ میں دورہ حدیث تک اور شعبہ ناظرہ، حفظ اور تجوید کا مکمل نظام موجود ہے۔

ایک عرصہ سے حضرت حقانیؒ دل کے مریض تھے، عمرہ ادا کرنے کے لئے حرمین کا سفر کیا، رمضان کا پورا مہینہ حرم شریف میں گزارا، حرمین سے واپسی پر گاؤں تشریف لے گئے، وہاں بیماری بڑھتی گئی۔ جس دن حضرت کا انتقال ہوا اس دن صبح کے وقت سب اہل خانہ، رشتہ داروں کو جمع فرماکر اجتماعی دعا فرمائی، بار بار یہ جملہ فرماتے رہے کہ: ’’مجھے لے جاؤ، مالک مکان کہہ رہا ہے کہ کرایہ کا مکان خالی کرکے سامنے والے اپنے بنگلے میں آجاؤ، میں سامنے اپنے بنگلے میں جارہا ہوں۔‘‘ عصر کے وقت حالت بہت نازک ہوگئی، نماز مغرب کے وقت ۶۳ سال اپنی علمی روشنی پھیلا کر دار بقا کی طرف چل دیئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

جھوٹے مدعیانِ نبوت

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

روز اول سے ہی رحمانی و شیطانی طاقتیں ۹ پنے اپنے کردار کے باوصف باہم برسر پیکار چلی آرہی ہیں اور آج تک پوری شد و مد کے ساتھ یہ جنگ جاری ہے، لیکن حق ہمیشہ غالب رہا ہے اگرچہ کبھی کبھی بمصلحت الٰہی یا بظاہر باطل غالب نظر آیا لیکن وہ پانی کے بلبلے کی طرح بہت جلد ختم ہو جاتا ہے اور بالآخر حق ہی غالب رہتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کو بھی ان طاقتوں کا برسر پیکار رہنا منظور تھا تاکہ ابتلاء و آزمائش کے دور میں حق پر چلنے والوں کو جنت جیسی نعمت سے نوازے اور باطل پر چلنے والوں کے ذریعہ جہنم کا شکم سیر کرے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حق و صداقت کا معیار بھی بتلایا اور باطل کی نشاندہی بھی کردی تاکہ حیلہ و حجت نہ کی جاسکے اور کوئی راہ فرار نہ رہے۔

رب ذوالجلال انسانوں کی رہبری کے لئے سلسلہ وار انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجتا رہا، جس کی پہلی کڑی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری کڑی تاجدار بطحا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللّٰہ بکل شیء علیماً“ (الاحزاب:۴۰)

اور بتلا دیا کہ جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب اور سورج کے وجود پر ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد تشریعی یا غیر تشریعی (ظلی بروزی) نبوت کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ آپ علیہ السلام نبوت و رسالت کے وہ درخشاں ستارہ ہیں کہ جن کے طلوع ہونے کے بعد اب کسی دوسری روشنی کی مطلق ضرورت نہیں رہی، سب روشنیاں اسی خورشید اعظم میں مدغم ہوگئی ہیں، اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے بطور رہبری و رہنمائی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اعلان کرادیا:

”سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔“ (ابوداؤد، ترمذی)

نبی کی یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی کہ آپ کے بعد ایسے دجال و کذاب ہوئے جنہوں نے جھوٹی نبوت کا علم بلند کیا اور دجل و تلبیس کا ایسا نظارہ پیش کیا کہ عوام ان کو نبی تسلیم کر بیٹھے۔

موجودہ دور میں ختم نبوت کے قزاق کی حیثیت سے فقط مرزائی (قادیانی) متعارف ہیں، لیکن یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ قصر نبوت میں نقب لگانے والے اس سے قبل بھی اپنی ابلیسی ریشہ دوانیاں جاری رکھ کر ایک عرصہ کے بعد اپنے انجام کو جا پہنچے، اسی طرح قادیانیت بھی ان شاء اللہ اپنی موت آپ مرجائے گی، ہم اجمالاً جھوٹے مدعیانِ نبوت کی ایک فہرست پیش کر رہے ہیں، پھر حسب موقع کسی قدر تفصیل بھی آپ کے سامنے پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ

مدعیانِ نبوت سن دعویٰ و مقام

۱: صاف بن صیاد مدنی، ۲ ہجری، مدینہ منورہ۔
۲: اسود بن کعب بن عوف عنسی، ۱۰ ہجری، یمن۔
۳: طلیحہ بن خویلد اسعدی، ۸ ہجری، خیبر۔
۴: مسلمہ کذاب بن کبیر بن حبیب، ۱۰ ہجری، یمامہ۔
۵: سجاح بنت حارث بن سوید، ۱۲ ہجری، الجزائر۔
۶: مختار بن ابوعبیدہ ثقفی، ۲۴ ہجری، کوفہ۔
۷: بیان بن سمعان تمیمی، ۹۶ ہجری، کوفہ۔
۸: ابومنصور عجلی، ۱۲۰ ہجری، کوفہ۔
۹: مغیرہ بن سعید عجلی، ۱۲۹ ہجری، کوفہ
۱۰: صالح بن طریف برغواطی، ۱۳۰ ہجری، اندلس۔
۱۱: محمد بن فضلاس الخطاب، ۱۳۴ ہجری، کوفہ۔
۱۲: اسحاق اخرس مغربی، ۱۳۵ ہجری، شمالی افریقہ
۱۳: حکیم مقنع خراسانی، ۱۴۸ ہجری، خراسان۔
۱۴: استادسیس خراسانی، ۱۵۴ ہجری، ایران۔
۱۵: ابوعیسیٰ اسحاق بن یعقوب، ۲۱۸ ہجری، اصفہان۔
۱۶: علی بن محمد بن عبدالرحیم، ۲۴۹ ہجری، بحرین۔
۱۷: یہود بن ریان، ۲۶۰ ہجری، بحرین۔
۱۸: علی بن فضل یمنی، ۲۹۳ ہجری، یمن۔
۱۹: ابوالطیب احمد بن حسین متنبی، پیدائش ۳۰۳ ہجری، کوفہ۔
۲۰: حامیم بن من اللہ مجکسی، ۳۱۳ھ، افریقہ۔
۲۱: عبدالعزیز باسندی، ۳۲۲ ہجری، باسند۔
۲۲: حمزہ زوزنی، ۴۱۱ ہجری، مصر۔
۲۳: اصفر بن ابوالحسن تغلبی، ۴۳۹ ہجری، نصیبین۔
۲۴: بہافرید بن ماہ فرودین، ۳۴۲ ہجری، نیشاپور۔

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

خبروں پر ایک نظر

سندھ کے مختلف شہروں میں سالانہ ختم نبوت کانفرنسیں

رپورٹ: مولانا محمد فیاض مدنی

محراب پور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت محراب پور کے زیر اہتمام ۵/مارچ بروز جمعرات بعد نماز مغرب جامع مسجد میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں مولانا قاری اسلام الدین، مولانا عبدالصمد، راقم الحروف، شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا، مولانا قاری کامران احمد حیدرآباد نے خطاب کیا، آخری بیان سرگودھا کے مولانا محمد رضوان کا ہوا، اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا عبدالغفار نے دیئے، تلاوت قاری فتح محمد اور ہدیہ نعت مدرسہ مدینۃ العلوم کے طالب علم محمد شاہنواز لاہوری نے پیش کی۔ الحمدللہ کانفرنس انتہائی کامیاب رہی، شہر اور باہر دیہاتوں کے لوگوں نے بھرپور طریقے سے شرکت کی۔ مولانا مفتی ولی اللہ نے بھی خطاب کیا۔ مقررین نے اپنے خطابات میں عقیدۂ ختم نبوت کی ضرورت واہمیت کو واضح کیا اور عوام الناس کو قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں سے مطلع کیا۔

نواب شاہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نوابشاہ کے زیر اہتمام ۶/ مارچ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء کبیر مسجد نزد ریلوے اسٹیشن میں ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مولانا محمد رضوان، مولانا عیسیٰ سموں بدین، نوابشاہ کے مولانا ارشاد احمد حقانی، مولانا محمود الحسن جوگی، مولانا عبدالہادی سونگی، راقم الحروف، مولانا حنیف عثمانی اور مولانا حزب اللہ کھوسہ نے بیان کیا۔ ہدیہ نعت حافظ نعیم شاکر نے پیش کی، اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا عبدالرشید سعدی نے دیئے اور اس کانفرنس کی صدارت مولانا قاری ارشد اور مولانا مفتی یونس امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ نے کی۔ اس کانفرنس کو نوابشاہ کے علماء کرام نے کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا اور الحمدللہ ان حضرات کی محنت سے کبیر مسجد عوام سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، رات کو ایک بجے حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کے آخری خطاب سے کانفرنس اختتام پذیر ہوئی، اختتامی دعا بھی حضرت مدظلہ نے کی۔

۶/مارچ بروز جمعۃ المبارک . . . شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے جامع مسجد سول سوسائٹی میں جمعہ کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عقیدۂ ختم نبوت ہمارے ایمان کا حصہ ہے ہم لوگ سب کچھ برداشت کرسکتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کو کبھی برداشت نہیں کرسکتے، قادیانیت سے مکمل بائیکاٹ کیجئے ورنہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت کبھی نصیب نہیں ہوگی۔ جمعہ کے بعد جامع مسجد کے خطیب مولانا سراج الدین میمن نے مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا شکریہ ادا کیا۔

۶/مارچ بروز جمعۃ المبارک... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کے جنرل سیکریٹری مولانا محمد اسامہ رضوان نے باندھی مدینہ مسجد نزد ریلوے اسٹیشن میں جمعہ کے عظیم اجتماع سے خطاب کیا۔ جمعہ کے بعد مولانا انیس کی معیت میں نوابشاہ ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہوئے۔

بھریا روڈ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھریا روڈ ضلع نوشہرو فیروز کے زیر اہتمام ۷/مارچ بروز ہفتہ بعد نماز مغرب اسٹیشن روڈ پر ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں جن مقررین نے خطاب کیا ان میں مولانا عبدالرحمٰن ڈنگراج نوشہرو فیروز، مولانا محمود الحسن جوگی نوابشاہ، مولانا عبدالغفور مینگل سانگھڑ، راقم الحروف، شاہین ختم نبوت مناظر اسلام حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ ملتان، مولانا حافظ خادم حسین ناصر پکا چانگ، مولانا قاری کامران احمد حیدرآباد شامل ہیں۔ قاری دلاور نے تلاوت کلام پاک اور ہدیہ نعت نعیم شاکر، محمد اشفاق منگی نے پیش کی، اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا حفیظ الرحمٰن کیریو نے سرانجام دیئے، اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں قاری عبداللطیف، مولانا عبدالہادی، بھائی بہادر خان، بھائی محمد اشرف چوہان، مولانا حفیظ الرحمٰن نے اہم کردار ادا کیا، اللہ رب العزت ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: مولانا حسین احمد حقانیؒ

آپؒ کے انتقال کی خبر نہایت تیزی سے پورے ملک میں پھیل گئی، ایف ایم ریڈیو اور جیو ٹی وی نے بھی اس سانحہ کی خبر نشر کردی، اس لئے پورے ملک سے خاص طور پر کراچی سے عقیدت مندوں، مقتدیوں کے مسلسل فون آتے رہے کہ نماز جنازہ ظہر تین بجے تک مؤخر کی جائے تاکہ ہم اپنے محسن، اپنے استاذ، اپنے امام، اپنے مہتمم، اپنے دینی راہنما کی نماز جنازہ میں شرکت کرسکیں۔

دوسرے روز صبح دس بجے گاؤں تختہ علماء، طلباء، اور عوام الناس سے بھر چکا تھا، نماز جنازہ حضرت کے بڑے بھائی حضرت استاذ مولانا عبدالقادر حقانی نے پڑھائی، گاؤں میں تعزیت کے لئے ایک طویل سلسلہ شروع ہوا، اکوڑہ خٹک، کراچی اور دوسری جگہوں سے لوگ جوق در جوق تعزیت کے لئے آتے رہے، بعض حضرات فونوں کے ذریعے آپ کے عزیزوں اور متعلقین سے اظہار تعزیت کرتے رہے، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے درجات کو بلند فرمائے، ان کی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جوڈیشل مجسٹریٹ ویسٹ کراچی نے

قادیانی ملزمان کے خلاف گواہوں کو عدالت میں طلب کرلیا

کراچی (عدالتی رپورٹ) جوڈیشل مجسٹریٹ ویسٹ کراچی نے قادیانی ملزمان شاہد محمود انصاری، شیخ عامر انصاری کے خلاف گواہان سمیع احمد صدیقی، محمد حسین وغیرہ کو گواہی کے لئے عدالت میں طلب کرلیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق قادیانی ملزمان نے عدالت میں درخواست داخل کی ہے، جس میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ چونکہ ہمارے مقدمے میں گواہ نہیں ہیں لہٰذا ہمیں بری کیا جائے، جس پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے وکیل منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ نے عدالت میں دلائل دیتے ہوئے کہا کہ ملزمان کے خلاف ۲/جون ۲۰۰۷ء کو مدعی مقدمہ نے تھانہ سرجانی ٹاؤن میں مقدمہ درج کرایا، جس میں بتایا کہ ملزمان نے ہمارے محلے میں قادیانیت کی تبلیغ کے پمفلٹ تقسیم کئے جو مولوی محمد نورالدین تونسوی کو دیئے گئے، مولوی نورالدین نے جمعہ کی نماز کے خطاب میں تمام لوگوں کو ہوشیار کیا تھا، مولوی نورالدین کے پاس چار، پانچ یوم قبل اسلم نامی شخص آیا اور دھمکی دی کہ ہماری قادیانیت کی تبلیغ کو نہ روکا جائے ورنہ گولی سے اڑادیں گے، پھر ہم نے ان کی تلاش شروع کردی تو دو اشخاص سیکٹر ۱۱۔اے میں قادیانیت کی تبلیغ کے پمفلٹ بانٹ رہے تھے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے مسلمانوں کو قادیانیت میں شمولیت کی دعوت دے رہے تھے، جس پر اہل محلہ جن میں انور شہزاد خان، نور محمد، زاہد علی، محمد رفیق، جمیل احمد، نور محمد کالوخان، حفیظ حسین، محمد شفیق، محمد اسلم، محمد حسین، سرفراز، عثمان علی، قاری فیاض احمد، افتخار حسین و دیگر اہل محلہ شامل ہیں نے قادیانی ملزمان شاہد محمود انصاری، شیخ عامر انصاری کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور پولیس کو بلاکر ملزمان کو حوالے کیا اور ان سے قادیانیت کی تبلیغ کی کتابیں، پمفلٹ اور فارم برآمد ہوئے جو پولیس نے قبضہ میں لے لئے، اس مقدمہ میں اہل محلہ کے تقریباً پندرہ آدمی گواہ ہیں اور ملزمان کو مدعی اور گواہان نے قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا ہے، اور ملزمان سے تحریر شدہ پمفلٹ اور کتابیں اور قادیانیت کی ممبر سازی کے فارم برآمد کئے ہیں اور ملزمان قادیانی تھے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کررہے تھے اور اس کی تبلیغ کررہے تھے، لہٰذا ملزمان کے خلاف ٹھوس گواہ اور ثبوت حاضر ہیں۔ ملزمان کے خلاف ۲۹۸۔سی اور ۵۰۶۔بی تعزیرات پاکستان کے تحت مقدمہ رجسٹر ہوا ہے اور ملزمان کسی بھی رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔ آئندہ تاریخ پر ہمارے تمام گواہ پیش ہوں گے، جس پر عدالت نے سماعت ملتوی کردی۔

بقیہ: جھوٹے مدعیان نبوت

۲۵: ابوالقاسم احمد بن قسی، م: ۵۵۰ ہجری، مراکش۔

۲۶: حسین بن حمدان خصیبی، م: ۶۵۶ ہجری، عراق۔

۲۷: قطب الدین احمد بن بلال، ۴۸۰ ہجری، دمشق۔

۲۸: بایزید بن عبداللہ انصاری، پیدائش: ۹۳۱ ہجری جالندھر پنجاب۔

۲۹: جلال الدین اکبر بادشاہ، ۹۸۲ ہجری، دہلی۔

۳۰: مرزا غلام احمد قادیانی، ۱۹۰۲ عیسوی، گورداسپور۔

۳۱: چراغ دین، ۱۹۰۳ عیسوی، جموں کشمیر۔

۳۲: عبداللہ تماپوری، ۱۹۰۴ عیسوی، حیدرآباد دکن۔

۳۳: عبداللہ چکڑالوی، ۱۹۰۷ عیسوی، چیچہ وطنی۔

۳۴: نبی بخش مرزائی، ۱۹۱۱ عیسوی، سیالکوٹ۔

۳۵: احمد سعید قادیانی، ۱۹۱۸ عیسوی، گجریالی

۳۶: احمد مخزر کابلی سرمہ فروش، ۱۹۱۸ عیسوی، پنجاب۔

۳۷: یحییٰ عین اللہ بہاری، ۱۹۲۰ عیسوی، گیا (بہار)

۳۸: خواجہ اسماعیل لندنی، ۱۹۳۰ عیسوی، لندن۔

۳۹: ممونی عرف کارڈ بوعلی، ۱۹۲۶ عیسوی، لاجنی امریکا۔

۴۰: محمد علی غازی پوری، ۱۹۸۲ عیسوی، شیخوپورہ

۴۱: غلام فرید، ۱۹۸۳ عیسوی، کشکشہ ہزارہ۔

☆☆..................☆☆

توجہ فرمائیں

فتنہ قادیانیت اور دیگر باطل فتنوں سے باخبر رہنے کے لئے

ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کا مطالعہ کیجئے۔

اس کے خریدار بنیئے اور دیگر دوست واحباب کو بھی اس طرف توجہ دلائیں۔

ہفت روزہ ''ختم نبوت'' میں اشتہار دے کر جہاں آپ اپنی تجارت کو فروغ دیں گے، وہاں آپ اس کار خیر میں شریک ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دیرینہ محبت وتعلق کی بنا پر قیامت کے دن باعث شفاعت کا ذریعہ بھی بنیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

ختم نبوت زندہ باد — 17 اپریل 2009 جمعۃ المبارک — قادیانیت مردہ باد

اٹھائیسویں سالانہ تاریخی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس

بمقام: مرکزی جامع مسجد ختم نبوت ایم اے جناح روڈ ٹنڈو آدم صبح دس بجے تا رات گئے تک

بدعاء

خواجہ خواجگان قطب الاقطاب مخدوم المشائخ حضرت مولانا

خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

زیر سرپرستی

استاد المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر

عبدالرزاق سکندر صاحب دامت برکاتہم

نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

زیر نگرانی

امام المجاہدین فاتح فتنہ گوہر شاہی

حضرت العلامہ احمد میاں حمادی صاحب دامت برکاتہم

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سندھ

زیر صدارت

جرنیل ختم نبوت حضرت مولانا حافظ

محمد اکرم طوفانی صاحب دامت برکاتہم مرکزی ڈپٹی سیکریٹری جنرل

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

ملک بھر کے نامور علماء، شیریں زبان خطباء، دانشور، وکلا خطاب فرمائیں گے

اور معروف نعت خواں نعتیہ کلام پیش فرمائیں گے

اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

باہر سے آنے والوں کے لئے طعام وقیام کا مکمل بندوبست ہوگا

شعبہ نشرواشاعت **عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم**

رابطہ نمبر: 0235-571613-0333-2881703

سلام زندہ باد

ختم نبوت زندہ باد

11 اپریل 2009 بروز ہفتہ بعد از نماز عصر

تاریخی عظیم الشان ختمِ نبوّۃ کانفرنس

مقام: بادشاہی مسجد لاہور

زیرِ صدارت

خواجہ خواجگان حضرت مولانا قطب الاقطاب مخدوم المشائخ

خواجہ خان محمد صاحب

دامت برکاتہم

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

مہمانِ خصوصی

استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر

عبدالرزاق سکندر صاحب

دامت برکاتہم

نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

علماء، مشائخ، قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔

اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت لاہور